ق
۴۵۷

سلسلۂ درسیاتِ اقبال

# دوسری کتاب

مؤلف

پروفیسر سیّد عبدالرشید فاضل ایم۔اے

اقبال اکادمی، پاکستان، کراچی

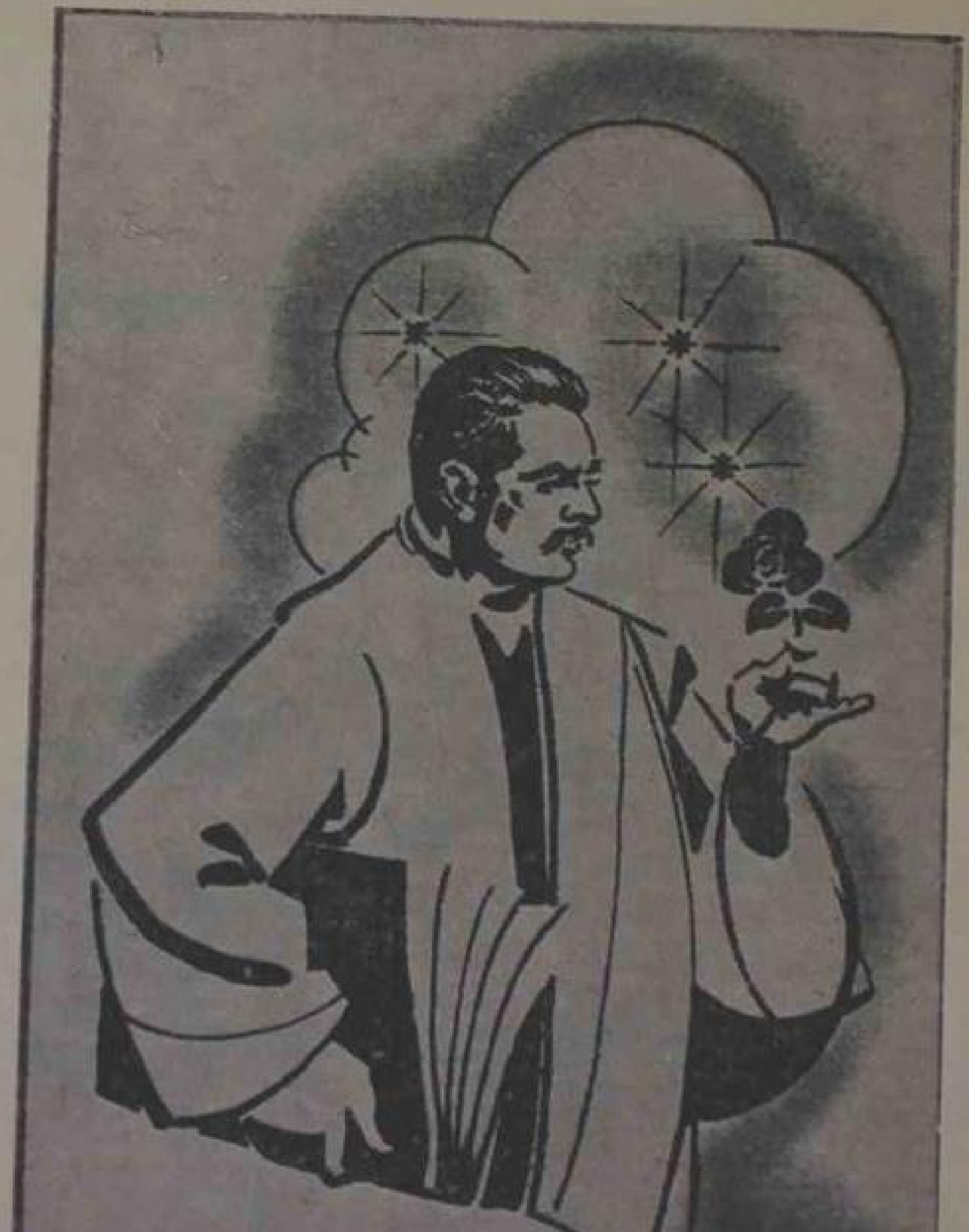

سلسلۂ درسیاتِ اقبال

55699
1573/158
0013048

# دوسری کتاب

With Best Compliments of
The Iqbal Academy Karachi.

4.9.85
Dr. M. Moizuddin
Director;
Iqbal Academy Pakistan
43-6 / D. Bl. 6. PECHS.
KARACHI-29 Ph. 439789

مولف

پروفیسر سید عبدالرشید فاضل ایم اے

ناشر

اقبال اکادمی کراچی

۱۹۷۳ء

جملہ حقوق محفوظ ہیں

# فہرست مضامین



| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۱ | زندگی کے حالات | ۳ |
| ۲ | اقبال کی بعض خاص خاص باتیں | ۱۰ |
| ۳ | بچے کی دعا | ۱۶ |
| ۴ | ایک پہاڑ اور گلہری | ۱۹ |
| ۵ | سلطان مراد اور معمار | ۲۲ |
| ۶ | ہمدردی | ۲۵ |
| ۷ | پرندے کی فریاد | ۲۷ |
| ۸ | حکایت شیر اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ | ۳۰ |
| ۹ | مرید ہندی اور پیر رومی | ۳۲ |
| ۱۰ | چاند اور تارے | ۳۵ |
| ۱۱ | ترانۂ ہندی | ۳۸ |
| ۱۲ | ایک تاریخی واقعہ | ۴۰ |
| ۱۳ | غنی کاشمیری | ۴۳ |
| ۱۴ | ایک گائے اور بکری | ۴۵ |
| ۱۵ | قیامِ پاکستان | ۴۹ |
| ۱۶ | حامد اور محمود کے درمیان مکالمہ | ۵۶ |
| ۱۷ | علامہ اقبال کے ارشادات | ۷۸ |
| ۱۸ | اقبال کی قابل رشک عادات | ۸۴ |
| ۱۹ | علامہ اقبال کے خطوط | ۹۶ |
| ۲۰ | اقبال کے لطائف | ۱۰۴ |
| ۲۱ | اقبال کے مخصوص اشعار | ۱۱۰ |

ق
۲۵۷



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ۱۔ زندگی کے حالات

اقبال کشمیری پنڈتوں کے ایک پُرانے خاندان سے تعلق رکھتے تھے ڈھائی سو سال ہوئے ان کے بزرگوں میں کوئی صاحب مسلمان ہو گئے تھے پھر یہ خاندان راجاؤں کے ظلم سے تنگ آکر دوسرے بہت سے خاندانوں کی طرح کشمیر چھوڑ کر سیالکوٹ میں آباد ہو گیا۔

اقبال کے والد شیخ نور محمد بڑے نیک اور اللہ والے بزرگ تھے سیالکوٹ میں ان کا چھوٹا سا کاروبار تھا اور تھوڑی سی آمدنی تھی۔ مگر وہ اسی میں بڑے صبر و شکر کے ساتھ رہتے تھے۔ اقبال سیالکوٹ ہی میں ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے شروع میں اُس زمانے کے قاعدے کے مطابق آپ نے مکتب میں پڑھا لیکن پھر انگریزی مدرسے میں داخل ہو گئے۔ پانچویں جماعت کا امتحان وظیفہ لے کر پاس کیا۔ مڈل کے درجوں میں بھی وظیفہ حاصل کیا۔ پھر انٹرنس کا امتحان بھی اسی طرح وظیفہ لے کر پاس کیا آپکی طبیعت

شروع ہی سے ذہانت کا ایک نمونہ تھی۔ جب آپ اسکاچ مشن کالج، سیالکوٹ میں داخل ہوئے تو مولانا سید میر حسن جیسے قابل اور مہربان اُستاد کی خاص توجہ اور تعلیم و تربیت نے آپ کی ذاتی خوبیوں کو چمکانے اور اُبھارنے میں بڑا کام کیا ہے۔

سیالکوٹ سے ایف اے پاس کرنے کے بعد اقبال لاہور آگئے اور گورنمنٹ کالج، لاہور کی بی۔اے کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ اور بی۔اے کا امتحان بھی شاندار طریقے سے پاس کیا۔ بلکہ عربی اور انگریزی کے مضامین میں امتیاز حاصل کرنے کے سبب دو سونے کے تمغے بھی حاصل کئے اور وظیفہ بھی حاصل کیا۔ اِن دنوں آرنلڈ صاحب، علی گڑھ کالج سے گورنمنٹ کالج، لاہور آ گئے تھے۔ فلسفے میں کمال رکھنے کی وجہ سے آرنلڈ صاحب کی دنیا بھر میں شہرت تھی اُس شہرت نے اقبال کو اُن کا گرویدہ بنا دیا اور آرنلڈ صاحب بھی اقبال کی ذہانت اور فلسفیانہ دماغ کے قائل ہو گئے۔ اور اقبال کو بہت چاہنے لگے۔ غرضکہ اقبال نے ایم۔اے بھی پاس کر لیا اور ایک تمغہ بھی حاصل کیا۔

## ملازمت کا سلسلہ

ایم۔اے پاس کرنے کے بعد اقبال گورنمنٹ کالج میں پروفیسر ہو گئے

اور کالج کے اوقات کے علاوہ اکثر طالب علموں کو آپ اپنے مکان پر بھی پڑھایا کرتے تھے۔ اس طرح جب تک آپ طالب علم رہے، ایک نیک، سعادت مند، ذہین اور محنتی طالب علم رہے اور جب استاد ہوئے تو ایک شفیق اور مہربان استاد ثابت ہوئے۔

## ولایت کا سفر

اقبال کو علم حاصل کرنے کا شوق حد سے زیادہ تھا۔ جب تک یہاں رہے تو بہت زیادہ کتابیں پڑھ کر اس شوق کو پورا کرتے رہے۔ لیکن طبیعت بھری نہیں۔ آخر سنہ ۱۹۰۵ء میں ولایت کا سفر اختیار کیا اور صرف علم کی خاطر ماں باپ، بیوی بچوں، دوسرے رشتہ داروں اور دوستوں سے ہزاروں میل دور کی جدائی اختیار کی اور ہفتوں اور مہینوں کے لئے نہیں، پورے تین سال کے لئے! لندن میں کیمبرج سے فلسفہ کا امتحان پاس کرنے کے بعد جرمنی کی میونک یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جرمنی سے واپس آکر لندن میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ اور وہاں کے قیام کے زمانے میں اسلام پر چھ لکچر دئے جو نہایت پسند کئے گئے۔ اور اُن سے آپ کی مذہبی تحقیقات کی بھی دھوم مچ گئی۔

صرف ۳۲-۳۳ سال کی عمر میں اتنے علمی اعزاز اور اس قدر ڈگریاں حاصل کرنا

اور فارسی، عربی، سنسکرت کے علاوہ یورپ کی کئی زبانوں میں ماہر ہونا اور مقبولیت و شہرت حاصل کرنا معمولی دماغ اور تربیت کا کام نہیں۔ بہر حال اس قدر اعزاز، ڈگریاں اور شہرت و مقبولیت حاصل کرنے کے بعد آپ ۱۹۰۸ء میں واپس وطن تشریف لے آئے۔

## اقبال کی شاعری

اقبال نے ایف اے کا امتحان مشن کالج سیالکوٹ سے پاس کیا تھا اور شاعری کی ابتدا بھی وہیں سے ہو گئی تھی۔ لیکن آپ کے شاعرانہ جوہر لاہور میں آکر کھلے۔ علم کی روشنی اور لاہور کی سوسائٹی نے طبیعت کو ایسا چمکایا کہ ذرہ آفتاب بن گیا۔ آپ کی شاعری کا چرچا شروع شروع میں آپ کے ہم جماعت طالب علموں تک ہی رہا۔ مگر کچھ ہی دنوں کے بعد طالب علموں اور دوستوں کے حلقے سے نکل کر دور دور پہنچنے لگا۔ مرزا داغ دہلوی کی اُس زمانے میں بڑی شہرت تھی۔ لوگ خط و کتابت کے ذریعے اُن کو اپنا کلام اصلاح کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ اقبال نے بھی ایسا ہی کیا۔ مگر یہ اصلاح کا سلسلہ زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہا۔ کیونکہ خود داغ نے کچھ غزلیں دیکھنے کے بعد لکھ بھیجا کہ آپ کے اشعار میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ہے۔

اُس زمانہ تک اقبال غزلیں ہی کہتے رہے۔ چنانچہ آپ کے ابتدائی کلام میں زیادہ تر غزلیں ہی ملتی ہیں۔ لیکن یہ غزل گوئی زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہی آخر انہوں نے قوم کی طرف توجہ کی اور قومی نظمیں لکھنا شروع کیا۔ ۱۸۹۹ء میں آپ نے "نالۂ یتیم" کے نام سے ایک نظم انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں پڑھی تو اُس نے

آپ کی شاعری اور علمی شہرت کو ہندوستان کی ہر علمی سوسائٹی تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد انجمن کے ہر سالانہ جلسے میں اقبال کی نظم ایک ضروری چیز قرار پا گئی۔

اقبال نے وطن کی محبت کے جذبات سے بھرپور نظم "ہمالہ" کے نام سے لکھی۔ پھر ہندو مسلم اتحاد کے لئے کئی نظمیں لکھیں "ہندی ترانہ" لکھا۔ ان تمام نظموں نے مُردہ دلوں میں جان ڈالدی ہندو اور مسلمان دونوں ہی نے ان کو پسند کیا۔

سنہ ۱۹۱۰-۱۱ء کا زمانہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت اور آزمائش کا زمانہ تھا۔ بلقان کی جنگ اور طرابلس کی لڑائیوں میں مسلمانوں کا خون بہ رہا تھا۔ اسلامی خلافت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھنے کو اور اسلام کا سیاسی اقتدار مٹنے کو تھا۔ اس مصیبت میں ہر مسلمان تڑپ اُٹھا تھا۔ پھر بھلا اقبال کے دل میں یہ تیر کیسے نہ لگتا اُن کے دل نے اس مصیبت کو سب سے زیادہ محسوس کیا۔ نظمیں لکھیں اور پڑھیں اور محفلوں میں شور و فغاں برپا کیا۔ اب وہ ترانۂ ہندی" کے مقابلے میں ترانۂ ملی لکھتے ہیں:

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اور "وطنیت" کو اسلام کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ اب اقبال کے کلام کی شہرت دنیا بھر میں پھیل گئی خصوصاً

اسلامی ملکوں میں ان کی نظموں کو بڑا قبولِ عام حاصل ہوا۔

## علالت اور وفات

اقبال کو کچھ عرصے سے گردے کی تکلیف تھی۔ علاج سے مرض کسی حد تک کم تو ہو گیا تھا مگر پوری طرح دُور نہیں ہوا تھا چوتھے پانچویں سال اس درد کے دَورے پڑتے تھے۔ موت سے کوئی چار سال پہلے گلا خراب ہونے سے یکایک آواز بیٹھ گئی۔ اسکے علاج کے لئے بھوپال گئے۔ کیونکہ وہاں بجلی کے ذریعے علاج کا بہت اچھا انتظام تھا۔ اس علاج سے فائدہ ہوا مگر بہت کم۔ وفات سے کوئی سال بھر پہلے ان کی آنکھوں میں موتیا اُتر آیا۔ کچھ دنوں بعد سانس بھی پھولنے لگی۔ اُٹھ کے غسل خانے تک جانا مشکل تھا دسمبر ۱۹۳۷ء میں طبیعت بہت زیادہ بگڑنے لگی! دل بہت کمزور ہو گیا۔ کبھی کندھوں میں بھی درد ہو جاتا تھا۔ غرضکہ چار سال کی لمبی علالت کے بعد علم و فضل کا یہ آفتاب ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعون

## الفاظ کے معنی

| لفظ | | معنی | لفظ | | معنی |
|---|---|---|---|---|---|
| ذہانت | = | ذہن کی تیزی | اِعزاز | = | عزت، مرتبہ |
| تربیت | = | دیکھ بھال کرنا، ادب سکھانا، تعلیم دینا | جوہر | = | کمال، ہنر، ذاتی خوبی |

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| امتیاز | = یہاں فرق کے معنی ہیں | اِصلاح | = دُرستی |
| گرویدہ | بہت چاہنے والا | اِتحاد | میل جول |
| اوقات | وقت کی جمع | اِقتدار | حکومت، اختیار، طاقت |
| علالت | بیماری | | |

## مشق

۱۔ اقبال کے خاندان کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو بیان کرو۔

۲۔ اقبال کے والد کا نام کیا تھا؟ اُن کا مختصر حال دو ایک جملوں میں بیان کرو۔

۳۔ اقبال کے اُستادوں کے نام بتاؤ اور ہر ایک کا مختصر حال بھی بیان کرو۔

۴۔ اقبال شاعری میں اپنے اُستاد سے کس طرح اصلاح لیتے تھے۔ اور اُن کے اُستاد نے اُن کی غزلیں دیکھ کر اُن کے بارے میں کیا رائے قائم کی تھی؟

۵۔ اقبال یورپ کب گئے اور وہاں سے واپس کب آئے؟ یورپ میں انہوں نے کس یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔

۶۔ نیچے لکھے ہوئے جملوں میں خالی جگہ کو پُر کرو

(الف) اقبال کشمیری پنڈتوں کے ایک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تعلق رکھتے ہیں

(ب) اقبال نے شروع میں اُس زمانے کے قاعدے کے مطابق ۔ ۔ ۔ ۔ پڑھا

(ج) سیالکوٹ سے ایف اے پاس کرنے کے بعد اقبال ۔ ۔ ۔ ۔ آگئے

۷۔ ان جملوں کو صاف صاف اپنی کاپی میں نقل کرو:۔

(الف) اقبال کو علم حاصل کرنے کا شوق حد سے زیادہ تھا

(ب) اقبال کے شاعرانہ جوہر لاہور میں آکر کھُلے

(ج) انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں اقبال کی نظم ایک ضروری چیز قرار پاگئی

# (۲)۔ اقبال کی بعض خاص باتیں

(۱) سنہ ۱۹۲۶ء میں اقبال نے دوستوں کے بار بار کہنے پر ہامی بھر لی کہ وہ پنجاب کی "مجلسِ قانون ساز" کے انتخاب میں حصہ لیں گے۔ جب یہ خبر عام ہوئی تو دو امیدواروں نے اپنے نام واپس لے لئے مگر تیسرا امیدوار آخر تک جما رہا تو لاہور کے ہر محلے میں اقبال کے نیاز مندوں اور دوستوں نے جلسے کیئے۔ شہر کی تمام برادریوں نے اُن کی حمایت میں بیانات دئے۔ اور اشتہارات تقسیم کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اقبال بہت زیادہ ووٹ حاصل کر کے کامیاب ہوئے اور ۲۳ نومبر سنہ ۱۹۲۸ء کو ایم۔ ایل۔ سی بن گئے

(۲) دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء کے آخری دنوں میں چند لکچر دینے کے لئے اقبال کو مدراس یونیورسٹی کی طرف سے دعوت دی گئی۔ آپ تشریف لے گئے تین دن وہاں قیام کیا۔ مختلف انجمنوں نے سپاسنامے پیش کئے اور دعوتیں دیں۔ مدراس، بنگلور اور میسور کے قریب قریب تمام انگریزی، اردو اور دوسری زبانوں کے اخباروں نے اداریے لکھتے اقبال کے فوٹو شائع کئے اور ان کو خوش آمدید کہا۔ اخبارات کے نمائندوں اور مذہب و فلسفہ کے بڑے بڑے عالموں نے آپ سے مذہب، فلسفہ اور سیاسیات سے متعلق سوالات کئے۔

۹ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء کو جب اقبال بنگلور کے اسٹیشن پر پہنچے تو ہزاروں آدمی آپ کو دیکھنے کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ یہاں بہت سی انجمنوں کی طرف سے

15/3/... 3048



آپ کی خدمت میں سپاسنامے پیش کئے گئے۔ مہاراجہ میسور کا دعوت نامہ ملا کہ آپ حکومت کے مہمان ہیں۔ چنانچہ آپ نے ۱۰ جنوری کو سرکاری مہمان خانے میں قیام کیا۔ میسور یونیورسٹی میں آپ کے لکچروں کا انتظام کیا گیا۔ دوسرے دن میسور کے مسلمانوں نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ اور سپاسنامہ پیش کیا۔ میسور، بنگلور، سری رنگاپٹن اور دوسرے مقامات دیکھنے کے بعد آپ ۱۴ جنوری کو حیدرآباد پہنچے جہاں اسٹیشن پر مسلمان بچے ایک قطار میں کھڑے، آپ کا قومی ترانہ "چین وعرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا" بڑی دلکش آواز میں گا رہے تھے۔ اسٹیشن پر عوام کے ساتھ ساتھ عثمانیہ یونیورسٹی کے استاد اور دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔ آپ نے حکومت کے مہمان کی حیثیت سے سرکاری مہمان خانے میں قیام کیا۔ ۱۸ جنوری کی صبح کو ۱۱ بجے آپ اعلیحضرت حضور نظام سے ملے۔ حیدرآباد، میسور اور مدراس کے اخباروں نے آپ کی علمی فضیلت پر مضامین شائع کئے اور بعض نے اقبال نمبر بھی نکالے۔

(۳) دسمبر ۱۹۳۰ء میں آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرمائی اور اس موقعے پر اپنے صدارتی خطبے میں پاکستان کا تصور پیش کیا۔ اقبال کا یہی وہ خواب تھا جس کی تعبیر بعد میں قائدِ اعظم محمد علی جناح رح کے ہاتھوں ہوئی۔ اور سنہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آگیا۔

(۴) اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے جو لندن میں سنہ ۱۹۳۱ء میں ہوئی اور کانفرنس سے فارغ ہو کر لندن سے فلسطین پہنچے جہاں آپ کو موتمرِ عالمِ اسلامی میں ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے بلایا گیا تھا۔

(۵) تیسری گول میز کانفرنس سے فارغ ہونے کے بعد اقبال پیرس تشریف لے گئے جہاں علمی حلقوں کے علاوہ آپ نے فرانس کے مشہور فلسفی برگسان سے بھی ملاقات کی اور ان دونوں فلسفیوں کے درمیان نہایت اہم علمی مسائل پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد اقبال نے ہسپانیہ کا سفر کیا۔ میڈرڈ یونیورسٹی کے منتظمین نے آپ سے درخواست کی کہ "ہسپانیہ اور عالمِ اسلام کا ذہنی ارتقاء" کے موضوع پر لکچر دیں۔ علامہ کا لکچر بہت پسند کیا گیا۔ خاص طور پر پروفیسر آسین نے اقبال کی تعریف کا حق ادا کر دیا۔ اس سفر میں اقبال نے "مسجد قرطبہ" کو بھی دیکھا چنانچہ اس مسجد سے متعلق اپنے خیالات ایک نظم میں پیش کئے ہیں جو مسجد قرطبہ کے عنوان سے ان کی کتاب بال جبریل میں موجود ہے اور ان کی بہترین نظموں میں شمار ہوتی ہے۔

ہسپانیہ سے آپ اٹلی تشریف لے گئے۔ یہاں بھی علمی حلقوں نے آپ کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ ڈاکٹر اسکارپا نے، جو ہندوستان میں اٹلی کے سفیر رہ چکے تھے اور اقبال کے بڑے مداح تھے، کئی استقبالی تقریبوں کا انتظام کیا۔ اس کے علاوہ اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی نے خود ملاقات کی خواہش کر کے اقبال کو مدعو کیا۔ اور اقبال اس سے مل کر اس کی شخصیت سے بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ اپنے اُن خیالات کو جو اس سے ملنے کے بعد اقبال کے دل میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ایک نظم میں پیش کیا ہے جو مسولینی کے عنوان سے بال جبریل میں شامل ہے۔

(۶) سنہ ۱۹۳۲ء میں اقبال نے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے عام اجلاس کی صدارت کی۔ اس کانفرنس میں اقبال نے جو صدارتی خطبہ پڑھا وہ بہت اہم تھا۔ اس میں انہوں نے گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کے وفد کی کارگزاری سنائی اور گاندھی جی، مالوی جی اور

ہندوؤں اور سکھوں کے دوسرے رہنماؤں کے ضدی رویے کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا۔ اور صوبہ سرحد، عبدالغفار خاں، مسئلہ کشمیر، ہندو مسلم فسادات، اقلیتوں کے اندیشوں اور دوسرے مسائل کے بارے میں نہایت گہرے اور دور رس خیالات کا اظہار کیا۔

(۷) ماہ ستمبر ۱۹۳۳ء میں افغانستان کے بادشاہ، اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ کی طرف سے علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کو دعوت نامہ ملا کہ یہ حضرات چند روز کے لئے افغانستان تشریف لائیں اور افغانستان کے وزیر تعلیم کو کابل میں ایک یونیورسٹی قائم کرنے اور تعلیمات کو جدید اصولوں کے مطابق درست کرنے میں مشورہ دیں۔ چنانچہ تینوں حضرات اکتوبر کے آخری ہفتے میں کابل پہنچ گئے۔ وہاں شاہی مہمان رہے۔ اعلیٰحضرت نادر شاہ سے ملاقات ہوئی" اور وہاں کے دوسرے امیروں، وزیروں اور شہر کے معزز لوگوں سے بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ "انجمن ادبی کابل" نے افغانستان کے ادیبوں اور اہل علم کے ایک شاندار جلسے میں معزز مہمانوں کو سپاسنامہ پیش کیا۔

تین ہفتے کے قریب وہاں قیام کرنے کے بعد اقبال غزنی اور قندھار روانہ ہو گئے۔ غزنی میں سلطان محمود غزنوی حکیم سنائی اور حضرت داتا گنج بخش رح کے والد کے مزارات پر فاتحہ خوانی کی۔ پھر قندھار پہنچ کر خرقہ شریف کی زیارت کی اور قندھار سے ۲ نومبر کو صبح روانہ ہو کر وطن واپس آ گئے۔

## الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| حمایت | = طرفداری، مدد | مسائل | = باتیں |
| تصوّر | = خیال | ذہنی ارتقاء | = ذہنی ترقی |
| وجود میں آگیا | = بن گیا | تعریف کا حق ادا کر دیا | = خوب تعریف کی |
| گرم جوشی | = جوش اور محبت | مدّاح | = تعریف کرنے والا |

## مشق

تم نے اقبال کی زندگی کے خاص خاص واقعات پڑھ لئے اب نیچے لکھے ہوئے سوالوں کے جواب دو:-

(الف) اقبال نے کس انتخاب میں حصّہ لیا؟ انتخاب کا نتیجہ کیا نکلا؟

(ب) اقبال کو مدراس یونیورسٹی نے کس لئے بلایا تھا؟ وہ اس سفر میں کہاں کہاں گئے؟

(ج) اقبال تیسری گول میز کانفرنس میں لندن کے علاوہ کہاں کہاں گئے؟ اور انہوں نے کس کس بڑے آدمی سے ملاقات کی؟

(د) "مسجدِ قرطبہ" کے دیکھنے کے بعد اقبال پر اُس کا کیا اثر ہوا؟

۲- نیچے لکھے ہوئے جملوں میں خالی جگہ کو پُر کرو:-

(الف) پاکستان کا تصور........ دیا

(ب) اقبال کا یہی وہ خواب تھا جس کی تعبیر بعد میں.......... کے ہاتھوں ہوئی۔

(ج) مسولینی نے خود ملاقات کی خواہش کرکے........ مدعو کیا۔

۳- ذیل کے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کرو:-

تصور۔ حمایت۔ کامیاب۔ مدعو۔ استقبال

# ۳ — بچے کی دعا

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری ۔ زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
دُور دنیا کا مرے دَم سے اندھیرا ہو جائے ۔ ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے

ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب! ۔ علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یا رب
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا ۔ دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

مرے اللہ! بُرائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو، اُس رہ پہ چلانا مجھ کو

## الفاظ کے معنی

| لفظ | | معنی | لفظ | | معنی |
|---|---|---|---|---|---|
| صورت | ،، | شکل، طرح، مانند، مثال | زینت | ،، | رونق، خوبصورتی |
| چمکنا | ،، | روشنی پھیلانا | حمایت | ،، | مدد، طرفداری |
| میرے چمکنے سے | ،، | میرے علم کی روشنی سے | ضعیف | ،، | کمزور |

## نظم کا مقصد

یہ بتایا ہے کہ بچے کی دعا کیا ہونی چاہیئے۔ وہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرے۔ علم حاصل کر کے اپنے علم کی روشنی سے دنیا سے جہالت اور بُرائیوں کے اندھیرے دور کرے۔ اور اچھے کام کر کے اپنے ملک کی عزت اور رونق کا سبب ہے۔ اور غریبوں کی مدد کرے، مصیبت زدوں کمزوروں کے کام آئے۔

بُرائیوں سے خود بھی دور رہے۔ خود بھی اچھے کام کرے اور سیدھے راستے پر چلے۔

## مشق

۱۔ بچے نے اپنی دعا میں کس کس چیز کی تمنا کی ہے؟

۲۔ دنیا کا اندھیرا کس طرح دور ہوتا ہے؟

۳۔ خالی جگہوں میں لفظ لکھ کر نیچے لکھے ہوئے مصرعوں کو پورا کرو۔

(الف) لب پہ آتی ہے . . . . . . تمنا میری

(ب) دُور دنیا کا . . . . . . . . اندھیرا ہو جائے

(ج) جس طرح پھول سے ہوتی ہے . . . . . . . زینت

(د) میرے اللہ! . . . . . . . بچانا مجھ کو

(۴) جملے بناؤ اور ان میں نیچے دیے ہوئے الفاظ استعمال کرو:-

میرے دم سے — غریبوں کی حمایت — علم کی روشنی

# ۴۔ ایک پہاڑ اور گلہری

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے - تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے!
ذرا سی چیز ہے، اس پر غرور کیا کہنا، یہ عقل اور یہ سمجھ، یہ شعور کیا کہنا!
خدا کی شان ہے ناچیز، چیز بن جائیں! جو بے شعور ہیں، یوں باتمیز بن جائیں!
تری بساط ہے کیا میری شان کے آگے! زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے!

جو بات مجھ میں ہے، تجھ کو وہ ہے نصیب کہاں!
بھلا پہاڑ کہاں! جانور غریب کہاں!

کہا یہ سن کے گلہری نے منہ سنبھال ذرا، یہ کچی باتیں ہیں، دل سے انہیں نکال ذرا
جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا پروا، نہیں ہے تو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا
ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے، کوئی بڑا کوئی چھوٹا یہ اُس کی حکمت ہے
بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اُس نے، مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اُس نے
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ کو، نری بڑائی ہے! خوبی ہے اور کیا تجھ میں
جو تو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجھ کو، یہ چھالیہ ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو۔

نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

# الفاظ کے معنی

| لفظ | | معنی | لفظ | | معنی |
|---|---|---|---|---|---|
| بے شعور | " | بے وقوف، بے عقل | بساط | " | حیثیت، فرش |
| باتمیز | " | سلیقہ والا تمیز والا | نری | " | صرف، محض |
| کچی باتیں | " | بودی باتیں بیکار باتیں | نکمی | " | ناکارہ، بیکار |

## نظم کا مقصد

نظم کا مقصد نظم کے آخری شعر میں اقبال نے خود بتا دیا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز بیکار نہیں ہے۔ دنیا قدرت کا کارخانہ ہے، قدرت کے کارخانے میں کوئی چیز بری کیسے ہو سکتی ہے؟ خدا کا ہر کام حکمت سے ہوتا ہے اس لئے سمجھنا چاہیئے کہ اس نے ہر چیز کو کسی نہ کسی مقصد سے پیدا کیا ہے۔

نظم کو پڑھ کر یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح گلہری نے پہاڑ سے بات کی ہے یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے آپ کو اور دنیا کو پہچانتے ہیں۔ اس لئے اپنے آپ کو اور دنیا کو پہچاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ آدمی کو اپنی اور اس دنیا کی قدر و منزلت معلوم ہو۔ ورنہ جو لوگ اپنے آپ کو نہیں پہچانتے وہ ہر شاندار چیز کے آگے سر جھکا دیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اپنے آپ کو ہیچ سمجھ لیتے ہیں۔

# مشق

۱۔ کیا کوئی چیز دنیا میں بیکار ہے؟ نہیں ہے تو اس کا کیا سبب ہے؟

۲۔ گلہری اور پہاڑ کی گفتگو کو اپنے لفظوں میں لکھو۔

۳۔ خالی جگہوں کو پر کرو:۔

(ا) کوئی پہاڑ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ کہتا تھا۔

(ب) میری آن بان کے آگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پست ہے۔

(ج) تو بھی تو آخر میری طرح ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں ہے۔

(د) تجھ میں بڑی برائی ہے اور کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے۔

۴۔ اس نظم سے تم نے کیا سبق سیکھا؟

# ۵۔ سلطان مُراد اور معمار کی حکایت

ملک خجند ؎ میں ایک معمار تھا جو تعمیر کے فن میں بڑا مشہور تھا۔ اس معمار نے سلطانِ مراد کے حکم سے ایک مسجد بنائی۔ مگر بادشاہ کو اس کا کام پسند نہ آیا۔ اور اس کے اس قصور پر، کہ مسجد اس کی خواہش کے مطابق نہ بنا سکا، بادشاہ ایسا غضبناک ہوا کہ اُس بیچارے کا ہاتھ کٹوا دیا۔ معمار کے ہاتھ سے خون جاری ہو گیا وہ اسی حالت میں قاضی کے پاس گیا اور اس کو بادشاہ کے ظلم کی داستان سنائی اور کہا اے محترم! محمد مصطفےٰ صلعم کے آئین کی حفاظت کرنا آپ کا کام ہے۔ میں بادشاہ کا غلام نہیں ہوں (اگر غلط کہتا ہوں تو) میرے دعوے کو قرآن سے غلط ثابت کیجیے :۔

قاضی کو بڑا افسوس ہوا بادشاہ کے حاضر ہونے کا حکم جاری کر دیا بادشاہ کے پاس قاضی کا حکم پہنچا تو قرآن کے ڈر سے اس کا رنگ زرد ہو گیا اور مجرموں کی طرح حاضر ہو گیا۔ شرم سے سر جھکائے ہوئے تھا اور رخسار پر سرخ آنسو بہہ رہے تھے۔

---

؎ ترکستان میں ایک شہر ہے جس کو روس نے ۱۸۶۶ء میں فتح کیا تھا۔ اس وقت اس میں تاجیک قبیلے کے ترک آباد ہیں۔ قوقند سے ۷۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مسلمانوں کے عہدِ حکومت میں علم و فن کا مرکز تھا۔

اب ایک طرف وہ معمار تھا اور دوسری طرف بادشاہ۔ بادشاہ نے کہا: "میں پچھتا گیا ہوں۔ پر نادم ہوں اور اپنے جُرم کا اقرار کرتا ہوں۔" قاضی نے کہا۔ خدا کا حکم ہے کہ قصاص (بدلے) میں زندگی ہے۔" اگر ظالم سے بدلہ نہ لیا جائے تو کسی کی زندگی محفوظ نہیں رہ سکتی۔" ایک مسلمان غلام آزادوں سے کسی طرح کم نہیں۔ اور بادشاہ کا خون معمار کے خون سے زیادہ رنگین نہیں۔"

جب مُراد نے قرآن کی یہ آیت سُنی تو اپنا ہاتھ آستین سے باہر کر دیا۔ (یہ دیکھکر) معمار چپ نہ رہ سکا اُس نے قرآن کی آیت پڑھی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانْ مسلمانوں اللہ تم کو عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور کہا میں نے بادشاہ کو خدا اور رسول کے لئے معاف کر دیا۔"

اقبال فرماتے ہیں کہ دیکھا! یہ ہے پیغمبر کے آئین کا دبدبہ کہ چیونٹی کو سلیمان پر فتح حاصل ہو گئی یعنی معمار بادشاہ کے مقابلے میں کامیاب ہو گیا۔ قرآن کے آگے غلام اور آقا برابر ہیں اور فقیر کے بوریے اور بادشاہ کے تخت میں کوئی فرق نہیں۔

## مشق

۱۔ سلطان مُراد نے معمار کا ہاتھ کیوں کٹوایا؟

۲۔ ہاتھ کٹنے کے بعد معمار نے کیا کیا؟

۳۔ نیچے لکھے ہوئے ادھورے جملوں کو پورا کرو

(ا) ملک خجند میں ایک .......

(ب) معمار کے ہاتھ سے خون .......

(ج) میرے اس دعوے کو قرآن سے ......

۴۔ بادشاہ نے جب اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو قاضی نے کیا کہا؟

۵۔ جب بادشاہ نے اپنا ہاتھ آستین سے باہر کر دیا تا کہ بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے تو معمار نے کیا کہا؟

---

اقبال نے اپنی کتاب "رموزِ بیخودی" میں کئی حکایتیں اس غرض سے لکھی ہیں کہ اسلام نے جو آزادی، مساوات اور بھائی چارے کی تعلیم دی ہے، اس کو تاریخی واقعات سے ثابت کیا جائے۔ یہ حکایت انھی حکایتوں میں سے لی گئی ہے۔

"رموزِ بیخودی" فارسی زبان میں ہے ہم نے حکایت کا اردو میں ترجمہ کر لیا ہے۔

# ٦— ہمدردی

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا
بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا
کہتا تھا کہ "رات سر پہ آئی
اڑنے چگنے میں دن گزارا
پہنچوں کس طرح آشیاں تک
ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا"
سن کر بلبل کی آہ و زاری
جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
"حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے
کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
کیا غم ہے جو رات سر پہ آئی
میں رات میں روشنی کروں گا
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل
چمکا کے مجھے دیا بنایا"

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

## الفاظ کے معنی

| لفظ | | معنی | لفظ | | معنی |
|---|---|---|---|---|---|
| ٹہنی | " | شاخ | آشیاں | " | گھونسلا، گھر |
| اداس | " | رنجیدہ | آہ و زاری | " | رونا بھینکنا |

نظم کا مقصد - آخری شعر میں خود اقبال نے بتا دیا ہے - کہ دنیا میں اچھے لوگ وہ ہیں جو دوسروں کے کام آتے ہیں - اس نظم سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ یہ خیال غلط ہے کہ میں تو معمولی آدمی ہوں - کسی کی کیا مدد کر سکتا ہوں! بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق جو کچھ مدد کر سکتے ہو کر گزرو -

## مشق

۱- ان لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کرو:-

اُداس - آہ وزاری - شجر - دِیا

۲- نیچے لکھے ہوئے شعر کو زبانی یاد کر لو:

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

۳- اسی شعر کو اپنی کاپی میں صاف صاف خوشخط نقل کرو -

# ۷ـــ پرندے کی فریاد

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ ۔ وہ باغ کی بہاریں، وہ سب کا چہچہانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی ۔ اپنی خوشی سے آنا، اپنی خوشی سے جانا
لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم ۔ شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مسکرانا
وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت ۔ آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانا

آتی نہیں صدائیں اس کی مرے قفس میں
ہوتی مری رہائی اے کاش! میرے بس میں

کیا بدنصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں ۔ ساتھی تو ہیں وطن میں، میں قید میں پڑا ہوں
آئی بہار، کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں ۔ میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں

اس قید کا الٰہی دُکھڑا کسے سناؤں ؟
ڈر ہے یہیں قفس میں، میں غم سے مر نہ جاؤں

جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے ۔ دل غم کو کھا رہا ہے، غم دل کو کھا رہا ہے
گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے ۔ دُکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

آزاد مجھ کو کر دے او قید کرنے والے
میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے

# الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| شبنم کے آنسو = | اوس کے قطرے | بس = | طاقت، قابو، اختیار |
| کامنی = | خوبصورت، نرم و نازک | کلیاں ہنس رہی ہیں = | کلیاں کھل رہی ہیں |
| | | دکھڑا | دکھ |
| صدائیں = | آوازیں | | |
| اے کاش = | کیا اچھا ہوتا | | |

# نظم کا مقصد

یہ ہے کہ ہر جاندار کو اپنے وطن سے محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک فطری بات ہے۔

(۲) آزادی بڑی نعمت ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے آزادی کے ایک دن کے مقابلے میں غلامی کے سو سال بھی کچھ نہیں۔

(۳) وطن کی قدر اُس وقت ہوتی ہے جب وطن چھوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح آزادی کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب کوئی قید میں پڑ جاتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ آرام کی قدر اس کو معلوم ہوتی ہے جو مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ لہٰذا پرندے کی فریاد سے سبق لیتے ہوئے ہم کو وطن، آزادی اور خدا کے دئے ہوئے آرام و آسائش کی قدر کرنی چاہیئے۔

# مشق

۱۔ ہم کو پرندے کی فریاد سے کیا سبق ملتا ہے ؟

۲۔ خالی جگہوں میں لفظ لکھ کر نیچے لکھے ہوئے مصرعوں کو پورا کرو۔

(ا) آتا ہے یاد مجھ کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زمانہ

(ب) آباد جس کے دم سے ۔ ۔ ۔ ۔ آشیانا

(ج) دُکھے ہوئے دلوں کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صدا ہے

۳۔ نیچے دئے ہوئے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کرو۔

دُکھڑا ۔ بَس ۔ شبنم ۔ کلیاں ۔

## ۸۔ حکایت شیر اور شہنشاہ عالمگیر رح

حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ جن کی وجہ سے اس برِ صغیر میں مسلمانوں کا وقار زیادہ ہوا اور شریعت اسلامیہ کا احترام ہوا۔ جن کی تلوار نے بے دینی کا خاتمہ کیا اور دین کی شمع روشن کی، ایک دن صبح سویرے جنگل کی سیر کو نکلے۔ بس ایک وفادار نوکر ساتھ تھا۔ نماز کا وقت ہوا تو نماز میں محو ہو گئے۔ اتنے میں ایک شیر نمودار ہوا جس کی آواز سے زمین لرزتی تھی اور انسان کی بو پاکر شہنشاہ کی طرف جھپٹا اور حملہ کرنے ہی کو تھا کہ شہنشاہ نے نماز ہی کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھے بغیر تلوار نکال لی اور اس زور سے شیر پر ماری کہ اس کا پیٹ چاک ہو گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے "جنگل کا شیر" قالین کا شیر بن گیا۔ اور شہنشاہ نماز میں پھر محو ہو گئے اور آپ کی نماز حضور دل سے ہونے کی وجہ سے، معراج تھی۔

اقبال فرماتے ہیں کہ مومن کے سینے میں ایسا ہی دل ہوتا ہے کہ اپنے مولا کے آگے ہیچ اور باطل کے مقابلے میں سب کچھ۔ اللہ کا خوف ایمان کی نشانی ہے اور اللہ کے سوا کسی اور کا خوف شرک کی دلیل ہے۔

---

ا۔ یہ حکایت اقبال نے اپنی کتاب "رموزِ بے خودی" میں لکھی ہے۔ ہم نے اس کو فارسی سے اردو میں ترجمہ کر لیا ہے۔ اس حکایت کے ذریعے اقبال نے یہ بتایا ہے کہ جس دل میں ایمان ہوتا ہے اس میں خدا کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوتا۔

اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ شہنشاہ ہوتے ہوئے نماز کے کیسے پابند تھے اور پھر ان کی نماز بھی وہ نماز ہوتی تھی جس کو مسلمان کی معراج کہا گیا ہے۔

## مشق

۲۔ شہنشاہ عالمگیرؒ شیر سے بالکل نہیں ڈرے۔ اس کا کیا سبب ہے؟

۳۔ نیچے لکھے ہوئے ادھورے جملوں کو پورا کرو:۔

(الف) اورنگ زیب عالمگیرؒ نے دین کی ..........

(ب) شہنشاہ پھر نماز میں ........

(ج) اللہ کا خوف ایمان کی ........

## ۴۔ الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| بَرِّ صغیر | پاکستان اور ہندوستان مل کر بَرِّ صغیر کہلاتا ہے۔ | محو ہو گیا | لگ گیا، مصروف ہو گیا |
| احترام | عزّت | حُضورِ دل | دل کی حاضری نماز پڑھتے وقت دل اِدھر اُدھر کے خیالات میں لگنے کے بجائے خدا کی طرف متوجہ رہے اسکو حُضورِ دل کہتے ہیں۔ |
| شریعت اسلامیہ | اسلامی قانون | معراج | نماز میں خدا کے سامنے ایسا کھڑا ہونا جیسے خدا کو دیکھ رہا ہے۔ مسلمان کی یہ معراج ہے۔ |
| نمودار ہوا | ظاہر ہوا | | |
| قالین کا شیر | قالین کی بناوٹ میں جو شیر بنا دیتے ہیں۔ | | |

# ۹۔ مُرید ہندی اور پیر رومی

مولانا جلال الدین رومیؒ فارسی کے بہت بڑے شاعر گزرے ہیں۔ ان کی مثنوی ایک مشہور کتاب ہے جس میں انہوں نے نیکی اور دین کی باتیں اس انداز سے بیان کی ہیں کہ جو سنتا ہے اثر قبول کرتا ہے۔ اقبال کو مولانا رومیؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ اپنے آپ کو رومی کا مُرید کہا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے آپ کو مرید اور رومی کو پیر قرار دے کر انہوں نے مولانا سے کچھ نہایت مفید سوالات کئے ہیں۔ ہم اُن میں سے دو ایک سوالات اور ان کے جوابات جو تمہارے لئے مفید ہیں یہاں نقل کرتے ہیں۔ یہ سبق اقبال کی کتاب بالِ جبریل سے لیا گیا ہے۔

## مُرید ہندی

موجودہ تعلیم کی وجہ سے دین کی جو حالت ہے اُس پر دیکھنے والی آنکھ خون کے آنسو روتی ہے۔

## پیر رومی

جو کوئی علم سے تن کے پالنے، عیش کرنے اور نفس کی خواہشیں پورا کرنے کا کام لے گا اس کے حق میں علم سانپ بن جائے گا۔ اور علم سے اپنے نفس کی اصلاح کرے گا اور اس کے ذریعے روح کی پاکیزگی اور دل کی صفائی حاصل کرے گا تو اُس کے لئے علم ایک وفادار دوست ثابت ہوگا۔

یعنی علم بُری چیز نہیں ہے۔ ہم اپنے غلط استعمال سے اس کو بدنام کرتے ہیں۔

ہم کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں کمال پیدا کرنا چاہیئے ساتھ ساتھ اپنے دین کا علم بھی حاصل کرنا چاہیے تاکہ علم حاضرہ کا صحیح استعمال کر سکیں

## مرشد ہندی

اے پیر! میں نے مشرق و مغرب کے علوم حاصل کر لیئے مگر روح کو چین نصیب نہ ہو سکا۔

## پیرِ رومی

" جو شخص ہر کس و ناکس کو حکیم سمجھ کر اپنی نبض اس کے ہاتھ میں دیدیتا ہے وہ بیمار ہی رہتا ہے۔ ایسی صورت میں چین اور اطمینان کیسے نصیب ہو سکتا ہے! تم کو ہاں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ تمہاری غمخواری اور تمہارا علاج وہ کرے گی " یعنی قرآن سے ہدایت حاصل کرو۔ تمام اخلاقی بیماریوں کا علاج اس کے پاس موجود ہے۔

ہر شخص کو اپنا رہنما بنا لینا، ہر شخص کی باتوں پر عمل کر گزرنا ایسے ہی نتیجے پیدا کرتا ہے جیسے تم دیکھ رہے ہو۔

## مرشد ہندی

آہ مدرسے کے نوجوان پر مغربی خیالات کے جادو نے کیا اثر کیا ہے کہ وہ بے بس ہو کر رہ گیا ہے!

## پیرِ رومی

" ایسا ہونا لازمی بات ہے۔ کیونکہ وہ پرندہ جس کے ابھی پر نہیں اُگے ہیں، اُڑنے کی کوشش کرے گا تو ہر پھاڑ کھانے والی بلی اُس کو اپنا لقمہ بنانے کی کوشش کرے گی" پہلے اپنے بچوں کو دین کی تعلیم دے کر اُن کے دل پر دین کا رنگ جماؤ اُس کے بعد اگر وہ انگریزی پڑھیں گے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں کمال پیدا کریں گے تو وہ جدید علوم سے صحیح معنوں میں فائدہ اُٹھانے کے قابل ہو جائیں گے

## مرشد ہندی

اے پیر! آپ کی باتوں سے مشرق زندہ ہے۔ یہ تو فرمایئے قومیں کس مرض سے ہلاک ہوئی ہیں؟

# پیرِ رومی

پچھلی قومیں جو ہلاک ہوئیں اُس کا یہ سبب ہے کہ انہوں نے جندل کو عُود سمجھ لیا۔ بدی کو نیکی، بدخواہ کو خیر خواہ سمجھ لیا۔ یعنی قومیں اچھے بُرے کی تمیز سے محروم ہوجانے کی وجہ سے ہلاک ہوتی ہیں۔

## الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| مثنوی | ایک قسم کی نظم | ماں | یہاں اس سے قرآن مراد ہے کیونکہ قرآن کا ایک نام اُمُّ الکتاب کتابوں کی ماں بھی ہے |
| عقیدت | محبت | | |
| اِصلاح | دُرستی | | |
| مشرق و مغرب | ایشیا اور یورپ | ہلاک ہونا | مرنا |
| جَندل | ایک قسم کا پتھر | عُود | ایک خوشبودار لکڑی |

## مشق

۱۔ مولوی رومی کون تھے؟ دو ایک جملوں میں ان کی تعریف کرو۔

۲۔ رومی نے قوموں کی ہلاکت کا کیا سبب بتایا ہے؟

۳۔ مرید ہند کون ہے؟ دو ایک جملوں میں ان کی تعریف کرو۔

۴۔ نیچے لکھے ہوئے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کرو

عقیدت ۔ اصلاح ۔ ہلاک ہونا

۵۔ نیچے کے جملوں میں خالی جگہ کو پُر کرو

(الف) مولوی رومیؒ فارسی زبان کے بہت بڑے ---- ہوئے ہیں

(ب) اقبال کو مولوی رومی سے بڑی ---- تھی

(ج) جو کوئی علم سے اپنے نفس کی اصلاح کرے گا اسکے لئے علم ---- ہوگا

# ۱۰۔ چاند اور تارے

ڈرتے ڈرتے دمِ سحر سے - تارے کہنے لگے قمر سے
نظارے وہی ہیں وہی فلک پر - ہم تھک بھی گئے چمک چمک کر
کام اپنا ہے صبح و شام چلنا - چلنا چلنا، مدام چلنا
بیتاب ہے اس جہاں کی ہر شے - کہتے ہیں جسے سکوں نہیں ہے
رہتے ہیں ستم کشِ سفر سب - تارے انساں شجر حجر سب
ہوگا کبھی ختم یہ سفر کیا؟
منزل کبھی آئے گی نظر کیا؟
کہنے لگا چاند "ہم نشینو! - اے مزرعِ شب کے خوشہ چینو!
جنبش میں ہے زندگی جہاں کی - یہ رسمِ قدیم ہے یہاں کی
ہے دوڑتا اشہبِ زمانہ - کھا کھا کہ طلب کا تازیانہ
اس رہ میں مقام بے محل ہے - پوشیدہ قرار میں اجل ہے
چلنے والے نکل گئے ہیں - جو ٹھہرے ذرا، کچل گئے ہیں
انجام ہے اس خرام کا حسن
آغاز ہے عشق، انتہا حسن

# الفاظ کے معنی

| لفظ | | معنی | لفظ | | معنی |
|---|---|---|---|---|---|
| دمِ سحر | = | صبح کا وقت | خوشہ چیں | = | بالیاں چُننے والا، فائدہ اٹھانے والا |
| قمر | = | چاند | طلب | = | تمنا، خواہش |
| نظارے | = | تماشے | تازیانہ | = | کوڑا/طلب اور تمنا ہی سے دنیا ترقی کرتی ہے |
| حَجَر | = | پتھر | مقام | = | جگہ |
| ہم نشیں | = | ساتھی | بے محل | = | بے موقع، نامناسب |
| مزرعِ شب | = | رات کی کھیتی | اجل | = | موت |

## نظم کا مقصد

یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز حرکت میں ہے کیا تارے، کیا انسان اور کیا درخت اور پتھر۔ اور زندگی حرکت ہی میں ہے۔ جو چلتے ہیں وہی منزل پر پہنچتے ہیں۔ اور جو حرکت اور کوشش ترک کرکے آرام سے بیٹھے رہتے ہیں وہ ترقی سے محروم رہتے ہیں۔ اور ایسے لوگ زندہ نہیں کہلاتے۔ اسی طرح قوموں کا حال ہے۔ جو قومیں محنت و مشقت اور کوشش کرتی ہیں ترقی کی دوڑ میں وہی آگے رہتی ہیں اور ایسی ہی قومیں زندہ قومیں کہلاتی ہیں۔

یہ بھی بتایا ہے کہ حرکت اور کوشش کے لئے دل میں طلب کا ہونا ضروری ہے۔ اگر طلب اور آرزو باقی نہیں تو ایسے دل کو مُردہ کہتے ہیں۔ اور مُردہ دل کوئی کام کیا کرسکتا ہے!۔

## مشق

۱- "زمانہ کا گھوڑا تازیانہ کھا کر دوڑتا ہے" اس کا کیا مطلب ہے؟

۲- ایک شخص اور ایک قوم کی ترقی کس بات پر موقوف ہے؟

۳- اس نظم کو اپنی عبارت میں لکھو۔

۴- خالی جگہ میں الفاظ لکھ کر نیچے لکھے ہوئے مصرعوں کو پورا کرو۔

(الف) کام اپنا ہے ...... چلنا

(ب) ہو گا کبھی ختم ...... کیا؟

(ج) کھا کھا کے ...... تازیانہ

# ۱۱ — ترانۂ ہندی

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا - ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ گلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں - سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا - وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اُس کی ہزاروں ندیاں - گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا
اے آبِ رودِ گنگا وہ دن ہیں یاد تجھ کو - اُترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا؟
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا - ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری - صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

## اُلفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| غربت | پردیس | بیر | دشمنی |
| پربت | پہاڑ | محرم | رازداں، بھیدی |
| رشکِ جناں | جنت سے بہتر جس پر جنت کو بھی رشک آئے | دردِ نہاں | پوشیدہ تکلیف، دردِ دل |
| | | کارواں | قافلہ |

۱- یہ ترانہ اقبال نے ۱۹۰۴ء میں لکھا تھا۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جب وہ ایک مخلص وطن پرور تھے۔ اور ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی۔ لیکن بعد میں انہوں نے "ترانۂ ہندی" کے مقابلے میں "ترانۂ ملّی" لکھا۔ کیوں کہ ان کو معلوم ہو گیا کہ ہندو بڑا فرقہ پرست ہوتا ہے اس کے ساتھ کسی طرح اتحاد نہیں ہو سکتا۔

## مشق

۲- اقبال نے ترانۂ ہندی کب اور کیوں لکھا تھا؟

۳- نیچے لکھے ہوئے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کرو۔

عزبت - رشکِ جناں - بَیر - محرم - دردِ نہاں

۴- نیچے لکھے ہوئے جملوں کو پورا کرو

(الف) ہمارا ہندوستاں سارے جہاں سے۔۔۔۔۔۔۔۔

(ب) جب تیرے کنارے ہمارا کارواں۔۔۔۔۔۔

(ج) مذہب آپس میں بَیر رکھنا۔۔۔۔۔۔۔

# ۱۲— ایک تاریخی واقعہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں جو مالدار ہوں وہ اپنے مال میں سے خدا کی راہ میں دیں۔ یہ ارشاد سُن کر حضرت عمرؓ اُٹھے اور نہایت خوش خوش گھر گئے۔ کیونکہ اُس دن انکے پاس کئی ہزار درم تھے۔ اپنے دل میں کہہ رہے تھے آج میں ضرور صدیقؓ سے بازی لے جاؤنگا غرضکہ اپنا مال حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا "عمرؓ! اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ مسلمان پر اپنے اہل وعیال کا حق ہے" عرض کیا "حضورؐ! آدھا مال اہل وعیال کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور آدھا تو م پر نثار کر دیا ہے"

اتنے میں حضورؐ کے وہ رفیق بھی آگئے جن کی وجہ سے عشق و محبت کی بنیادیں مضبوط ہیں۔ یعنی جن کا عشق و محبت میں بہت اونچا مقام ہے اور وہ وفادار رفیق اپنے ساتھ ہر وہ چیز لے آئے جو گھر میں موجود تھی۔ لونڈی غلام۔ درم و دینار، اونٹ، گھوڑا، اور گھر کا دوسرا اسباب۔ حضورؐ نے فرمایا "بیوی بچوں کی فکر بھی ضروری ہے" اس پر وہ رازدارِ عشق و محبت عرض کرنے لگا۔ "اے وہ ذات جس کی بدولت چاند، تارے روشن ہیں۔ جو عالم کی پیدائش کا سبب ہے جس طرح پروانے کو چراغ اور بُلبل کو پھول کافی ہے صدیق کو خدا کا رسول بہت ہے"

## صدیق اکبرؓ

اک دن رسولِ پاکؐ نے اصحاب سے کہا ۔ دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کے فرطِ طرب سے عمرؓ اُٹھے ۔ اُس روز اُن کے پاس تھے درہم کئی ہزار
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور ۔ بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
لائے غرض کہ مال رسولِ امیں کے پاس ۔ ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار
پوچھا حضورِ سرورِ عالمؐ نے اے عمرؓ! ۔ اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟ ۔ مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملتِ بیضا پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا ۔ جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت ۔ ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
بولے حضورؐ چاہیے فکرِ عیال بھی ۔ کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس!

## الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| اصحاب | صاحب کی جمع ہے ساتھی، دوست، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے مسلمان، اصحاب اور صحابہ کہلاتے ہیں | اہل و عیال = | بیوی بچے |
| | | حقوق = | حق کی جمع ہے |

لہ یہ تاریخی واقعہ اقبالؒ کی کتاب بانگِ درا سے لیا گیا ہے ۔ نظم کا عنوان ہے صدیقؓ

اقبال اس تاریخی واقعے کو نظم کے ذریعے پیش کرنے سے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضورؐ کے صحابہؓ حضورؐ کے کیسے عاشق تھے کہ راہِ خدا میں اپنا گھر بار لٹا دینے کے بعد بھی خوش ہوتے تھے۔ اس لئے کہ ان کے اس فعل کو حضورؐ پسند فرمائیں گے یہ بھی دکھایا ہے کہ وہ نیک کام میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کیسی کوشش کرتے تھے۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ کارِ خیر میں وہ اپنے دوسرے ساتھیوں سے آگے رہے۔

## مشق

۱۔ حضرت عمرؓ نے حضورِ اکرمؐ کا ارشاد گرامی سننے کے بعد کیا کیا؟

۲۔ کیا حضرت عمرؓ اپنے دوسرے تمام ساتھیوں پر سبقت لے گئے؟ نہیں لیگئے تو اس کا کیا سبب ہے؟

۳۔ نیچے لکھے ہوئے جملوں میں خالی جگہ کو پُر کرو۔

(الف) اس دن حضرت عمرؓ کے پاس ........ تھے

(ب) حضور نے فرمایا عمرؓ! ......... کیا چھوڑا ہے

(ج) صدیقؓ کے لئے خدا کا رسول ........ ہے

۴۔ تم اس شعر کو زبانی یاد کر لو۔ اور اسی کو اپنی کاپی میں صاف صاف لکھ لو۔

پروانے کو چراغ ہے بُلبل کو پھول بس — صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

# ۱۳ــــ غنی کاشمیری

اقبال نے "غنی کاشمیری کا ایک واقعہ اپنی کتاب "پیام مشرق" میں نظم کیا ہے۔ اقبال کو یہ واقعہ اس لئے پسند آیا کہ اس سے اپنے آپ کو پہچاننے کا سبق ملتا ہے۔

کشمیر کا مایۂ ناز شاعر غنی جب اپنے گھر میں ہوتا تھا تو گھر کا دروازہ بند رکھتا تھا اور جب گھر سے باہر جاتا تھا تو گھر کو چوپٹ چھوڑ جاتا تھا۔ کسی نے اس سے کہا کہ غنی! "آپ کا کام تو ہر شخص کو عجیب معلوم ہوتا ہے۔" جواب دیا اور اس فقیر صفت شاعر نے کیا خوب جواب دیا کہ "دوستو! لوگوں نے جو کچھ دیکھا وہ بالکل صحیح ہے۔ مگر اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ جب تک غنی گھر میں ہوتا ہے تو اس گھر میں بڑی قیمتی متاع ہوتی ہے اس لئے اس کی حفاظت کے لئے گھر کا دروازہ بند رکھنا ضروری ہوتا ہے مگر جب وہ گھر میں نہیں ہوتا تو پھر اس گھر میں رہ کیا جاتا ہے! پھر بھلا ایسے خالی گھر کو بند رکھنا کیا ضروری ہے"!

## الفاظ کے معنی

| لفظ | | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|---|
| مایۂ ناز | = | بہت زیادہ قدر کے قابل | متاع | پونجی، قیمتی چیز |

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| فقیر صفت | درویشوں کی سی عادت رکھنے والا | چوپٹ | چاروں طرف سے کھلا ہوا |

## مشق

۱۔ غنی کاشمیری کا واقعہ اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۲۔ اقبال نے اس واقعے کو اتنا کیوں پسند کیا ؟

۳۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر غنی نے اپنی اس عادت کے بارے میں کیا جواب دیا ؟

۴۔ ______

۴۔ ذیل کے ادھورے جملوں کو پورا کرو۔

(الف) غنی کشمیر کا ......... تھا

(ب) وہ فارسی زبان کا مایۂ ناز ......... تھا

(ج) جب وہ اپنے گھر سے باہر جاتا تو گھر کو ..... چھوڑ جاتا تھا۔

۵۔ ان لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کرو۔

فقیر صفت — چوپٹ — قیمتی متاع

# ۱۴۔ ایک گائے اور بکری

اک چراگاہ ہری بھری تھی کہیں۔ تھی سراپا بہار جس کی زمیں
کیا سماں اس بہار کا ہو بیاں! ہر طرف صاف ندیاں تھیں رواں
تھے اناروں کے بے شمار درخت۔ اور پیپل کے سایہ دار درخت
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں۔ طائروں کی صدائیں آتی تھیں
کسی ندی کے پاس اک بکری۔ چرتے چرتے کہیں سے آنکلی
جب ٹھہر کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پاس اک گائے کو کھڑا دیکھا
پہلے جھک کر اُسے سلام کیا۔ پھر سلیقہ سے یوں کلام کیا
"کیوں بڑی بی مزاج کیسے ہیں"؟ گائے بولی کہ "خیر، اچھے ہیں...
کٹ رہی ہے بُری بھلی اپنی۔ ہے مصیبت میں زندگی اپنی
جان پر آ بنی ہے کیا کہیئے؟ اپنی قسمت بُری ہے کیا کہیئے
دیکھتی ہوں خدا کی شان کو میں۔ رو رہی ہوں بُروں کی جان کو میں
زور چلتا نہیں غریبوں کا۔ پیش آیا لکھا نصیبوں کا....
آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے۔ اس سے پالا پڑے خدا نہ کرے
دودھ کم دوں تو بڑبڑاتا ہے۔ ہوں جو دبلی تو بیچ کھاتا ہے
ہتھکنڈوں سے غلام کرتا ہے! کن فریبوں سے رام کرتا ہے!

اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں ... دودھ سے جان ڈالتی ہوں میں
بدلے نیکی کے یہ بُرائی ہے!... میرے اللہ تری دُہائی ہے"

---

سُن کے بکری یہ ماجرا سارا - بولی "ایسا گلا نہیں اچھا...
بات سچی ہے بے مزا لگتی... میں کہوں گی مگر خدا لگتی
یہ چرا گاہ، یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا - یہ ہری گھاس اور یہ سایا!
ایسی خوشیاں ہمیں نصیب کہاں! - یہ کہاں بے زباں غریب کہاں!
یہ مزے آدمی کے دم سے ہیں - لطف سارے اسی کے دم سے ہیں
اس کے دم سے ہے اپنی آزادی - قید ہم کو بھلی کہ آزادی؟
سو طرح کا بنوں میں ہے کھٹکا - واں کی گزران سے بچائے خدا!
ہم پہ احسان ہے بڑا اس کا - ہم کو زیبا نہیں گلا اس کا
قدر آرام کی اگر سمجھو - آدمی کا کبھی گلا نہ کرو"
گائے سُن کر یہ بات شرمائی - آدمی کے گِلے سے پچھتائی
دل میں پرکھا بھلا برا اس نے - اور کچھ سوچ کر کہا اس نے
یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے بات بکری کی

# الفاظ کے معنی

| لفظ | | معنی | لفظ | | معنی |
|---|---|---|---|---|---|
| سراپا | = | سر سے پیر تک، تمام، پورا کا پورا | خدا لگتی کہنا | = | حق بات کہنا |
| سماں | = | کیفیت، لطف | بن | = | جنگل |
| طائر | = | پرندہ | گزران | = | وقت گزارنا |
| جان پر آبنی ہے | = | جان خطرے میں ہے | زیبا نہیں | = | اچھا نہیں، زیب نہیں دیتا |
| پیش آیا | = | سامنے آیا، دیکھنا پڑا | دل کو لگنا | = | دل کو بھانا، دل کو پسند آنا |
| تیری دہائی ہے | = | تیری پناہ مانگتا ہوں | | | |
| ماجرا | = | قصہ | | | |
| گِلہ | | شکوہ، شکایت | | | |

# نظم کا مقصد

انسان کو کسی کی شکایت خوب سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے تاکہ بعد میں شکایت کے بیجا ہونے پر شرمندہ نہ ہونا پڑے:۔

کسی شخص کی برائیوں کے ساتھ ساتھ اُس کی خوبیوں کو بھی نظر میں رکھنا چاہیے۔ یہ بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ کسی کی خوبیوں کو چھوڑ کر اس کی برائیوں کو بیان کرنا شروع کر دیا جائے۔ بلکہ اخلاق کی خوبی تو اس میں ہے کہ لوگوں کی بُرائیوں سے نگاہ بچا کر ان کی خوبیوں ہی کی تعریف کی جائے۔

عقل کا تعلق مرتبے یا جسمانی طور پر بڑے ہونے سے نہیں ہے کہ فلاں

شخص بڑے مرتبے یا بڑے ڈیل ڈول کا ہے تو اس میں چھوٹے مرتبے اور چھوٹے قد و قامت والے کے مقابلے میں عقل زیادہ ہوگی۔ بکری، گائے سے بہت چھوٹی ہوتی ہے مگر جس حقیقت پر اُس کی نظر پہنچی گائے کی نظر وہاں تک نہ پہنچ سکی۔

اچھے لوگوں کا یہ شیوہ ہوتا ہے کہ جب کوئی دوسرا آدمی اُن کی غلطی پر ان کو ٹوکتا ہے تو وہ اس سے لڑنے جھگڑنے کے بجائے اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہیں۔ جیسا کہ گائے نے باوجود اس کے کہ وہ بکری سے بڑی ہے، جب اس پر اپنی غلطی ظاہر ہو گئی تو اس نے اس کو فوراً مان لیا۔ بلکہ بکری کی سمجھ بوجھ اور دانائی کی تعریف بھی کی۔

## مشق

۱۔ گائے نے آدمی کی کیا شکایت کی اور بکری نے کیا تعریف کی۔ چند جملوں میں بیان کرو۔

۲۔ پوری نظم پڑھنے کے بعد تم اس سے کیا کیا سبق حاصل کرتے ہو؟

۳۔ نیچے لکھے ہوئے جملوں میں خالی جگہ کو پُر کرو:-

(الف) اناروں کے ........ درخت تھے

(ب) طائروں کی ...... آرہی تھیں

(ج) ہتھکنڈوں سے ........ کرتا ہے

# ۱۵ — قیامِ پاکستان

برِّ صغیر پاک و ہند پر تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی۔ ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغل شاہزادوں کی خانہ جنگی اور باہمی مخالفت کی وجہ سے سلطنت کمزور ہوتی گئی اور انگریزوں کا جو اس ملک میں تجارت کی غرض سے آئے تھے، اقتدار بڑھتا گیا اور وہ رفتہ رفتہ بہت سے علاقوں پر قابض ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد مغل سلطنت کا چراغ، جو مدت سے ٹمٹما رہا تھا ہمیشہ کے لئے گُل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی انگریز پوری طرح مُلک پر مسلّط ہو گئے۔

چونکہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اس لئے وہ قدرتی طور پر وہ مسلمانوں سے بدگمان رہتے تھے کہ اگر انھیں کبھی موقع مل گیا اپنی کھوئی ہوئی سلطنت واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ ۵۷ء کی جنگِ آزادی نے اس بدگمانی کو اور مستحکم کر دیا۔ انگریزوں کے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ یہ تحریک مسلمانوں کی اسی کوشش کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا انہوں نے مسلمانوں کی قوت کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ جہاں کہیں کسی اونچے گھرانے کو دیکھ پاتے، اسے تباہ کر کے مفلس اور بے کسی کی حالت تک پہنچا دیتے۔ اس کے

برعکس ہندوؤں کی پشت پناہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مسلمان روز بروز پستی کی طرف گرتے چلے گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں زندگی کے ہر شعبے میں اپنے ہم وطنوں سے بہت پیچھے رہ گئے۔

یہ حالت دیکھ کر بعض دردِ دل رکھنے والے مسلمانوں نے قوم کو تباہی سے بچانے کا بیڑا اٹھایا۔ سر سید کا نام ان رہنماؤں میں سرِ فہرست تھا۔ انہوں نے قوم کو بیدار کرنے اور ترقی کی راہ پر چلانے کے لئے جدّ و جہد شروع کی۔ بالآخر قوم نے جھرجھری لی۔ آنکھیں کھولیں، اپنی زبوں حالی کی طرف نگاہ ڈالی اور خدا کا نام لے کر اپنے جائز حقوق حاصل کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

قوم کی اس کروٹ کو ایک طرف ہندوؤں نے شبہ کی نگاہ سے دیکھا تو دوسری طرف انگریزوں نے اپنے لئے خطرے کا پیش خیمہ سمجھا۔ دونوں نے مل کر مسلمانوں کی تحریک بیداری کو دبانے کی کوشش کی لیکن مخلص رہنماؤں کی ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کی بدولت یہ تحریک زندہ رہی اور مسلمان برابر اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے۔

مسلمانوں کی دلی خواہش یہ تھی کہ سب سے پہلے اپنے ملک کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد کرایا جائے اس مقصد کے لئے انہوں نے برادرانِ وطن سے پورا پورا تعاون کرنے کی خواہش کی۔ لیکن ہندوؤں نے اس تعاون کو کبھی بھی سچے دل سے قبول نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اس کوشش میں رہے کہ مسلمانوں کے مفاد کو نظرانداز کیا جائے۔ اور صرف اپنے فائدے

پر نظر رکھی جائے۔ چنانچہ مسلمان رہنماؤں کو جب یقین ہو گیا کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کی ترقی کسی طرح گوارہ نہیں اور وہ اکثریت کے گھمنڈ میں مسلمانوں کو رعایتیں دینا تو درکنار اُن کے واجبی حقوق تک دینے کو تیار نہیں تو انہوں نے اپنے لئے ایک الگ حکومت کا نقشہ ذہن میں بنانا شروع کیا۔

اس آزاد اسلامی حکومت کا واضح تصور سب سے پہلے حضرت علامہ اقبال رح نے ۱۹۳۰ء میں پیش کیا۔ اس وقت مسلم لیگ کا اجلاس الٰہ آباد میں منعقد ہوا۔ علامہ اقبال رح اس اجلاس کے صدر تھے۔ انہوں نے اپنے خطبۂ صدارت میں ارشاد فرمایا کہ میری نگاہ میں مسلمان اور ہندوؤں کی باہمی کش مکش کا واحد حل یہ ہے کہ ہندوستان کے جن صوبوں میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہے، اُنھیں ملا کر انگریزی حکومت کے زیر اثر یا اس سے آزاد ایک سلطنت قائم کر دی جائے۔ جس میں مسلمان اپنے مذہب، اپنی روایات اور اپنے تمدن کے مطابق آزادی سے زندگی بسر کر سکیں۔

اس نصب العین کو مدِ نظر رکھ کر حضرت قائد اعظم محمد علی جناح رح نے مسلم لیگ کی از سرِ نو تنظیم کی۔ شروع میں ہندوؤں کے علاوہ انگریزی حکومت نے بھی مسلمانوں کی اس تنظیم کی سخت مخالفت کی اور اُنکی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالیں۔ لیکن قائد اعظم رح کی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ مسلمان قائد اعظم رح کی رہنمائی میں یک زبان ہو کر اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے۔ آخر کار ۱۹۴۰ء میں باقاعدہ قرارداد کی شکل میں آزاد اسلامی مملکت کا مطالبہ پیش کر دیا۔ یہ قرارداد ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء

کو لاہور میں مسلم لیگ کے اجلاس میں متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ اس کی یاد میں ہم ہر سال ۲۳ مارچ کو یوم پاکستان مناتے ہیں۔ اور اس قرارداد کی یاد کو زندہ رکھنے کے لئے لاہور میں اس مقام پر جہاں مسلم لیگ کا یہ تاریخی اجلاس ہوا تھا، ایک عظیم الشان مینار تعمیر کیا گیا ہے جسے مینارِ پاکستان کہتے ہیں۔

اس قرارداد کے بعد حصولِ پاکستان کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ سات سال تک مسلمانوں نے برابر جدوجہد جاری رکھی۔ ہر طرح کی مصیبتیں جھیلیں، جانیں قربان کیں، قید و بند کی سختیاں برداشت کیں لیکن اپنے مقصد سے ایک انچ بھی نہ ہٹے۔ آزمائشوں کے اس دور کی کہانی جتنی درد بھری ہے اسی قدر اس لحاظ سے باعثِ اطمینان بھی ہے کہ مسلمانوں نے قائدِ اعظم کے حکم سے ذرا سرتابی نہیں کی۔ ہر مصیبت خاموشی سے برداشت کی اور ثابت قدمی سے ڈٹے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ایثار، قربانی، جانبازی اور حق پرستی کو قبول فرمایا۔ ہندو اور انگریز مسلمانوں کے بے پناہ جذبے کو نہ دبا سکے۔ انہوں نے اپنی تمام قوتیں آزما کے دیکھ لیں۔ ان کا کوئی حربہ کارگر نہ ہوا انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ جس بات پر اڑ جائیں اسے پورا کر کے رہتے ہیں۔ اس لئے انگریز کو باوجود اپنی سلطنت کی قوت کے اور ہندو کو باوجود اپنی کثرت کے گھمنڈ کے، مسلمانوں کے مطالبے کے آگے جھکنا پڑا اور ۱۴ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کو آدھی رات کے وقت دنیا کے نقشے پر ایک نیا ملک ابھرا جس کا نام پاکستان ہے وہ ملک جس میں ہم آزادی کے ساتھ خدا کا نام لیتے ہیں اور عزت و آبرو

کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس پیارے ملک پاکستان کے لئے ہمارے بزرگوں نے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ ہم بھی اس کی حفاظت کے لئے اور اس کی ترقی کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ "پاکستان پائندہ باد" ؎۱

## الفاظ کے معنی

| لفظ | | معنی | لفظ | | معنی |
|---|---|---|---|---|---|
| خانہ جنگی | = | آپس کی لڑائی | تعاون | = | ساتھ دینا، مدد کرنا |
| اِقتدار | = | طاقت، حکومت | اکثریت | = | کسی چیز کا زیادہ ہونا |
| رفتہ رفتہ | = | آہستہ آہستہ | نصب العین | = | مقصد |
| مسلّط | = | قابض | مدِ نظر رکھنا | = | سامنے رکھنا |
| مستحکم | = | مضبوط | تنظیم | = | جماعت، پارٹی |
| گھر کر گئی | = | بیٹھ گئی، جگہ کرلی | ایثار | = | قربانی، اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا |
| تحریک | = | انگریزوں کے خلاف جنگ مردی | جانبازی | = | جان کی بازی لگانا، سرفروشی |
| پامال | = | برباد | حربہ | | لڑائی کا ہتھیار، حملہ |
| برعکس | = | برخلاف | خطوط | | لکیریں، خط کی جمع ہے |
| پشت پناہی | = | مدد، حمایت | دریغ نہ کیا | | تامّل نہ کیا۔ کمی نہیں کی |
| بیڑا اٹھانا | = | کسی مشکل کام کرنے کا عہد کیا | | | |

؎۱ ماخوذ از "اردو کی پانچویں کتاب"

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| سرِفہرست | سب سے اونچا | بیدار کیا | جگایا |
| جُھرجُھری لی | حرکت میں آئی | زبوں حالی | خراب حالت |
| | | تسلط | قبضہ |

۱۔ برِّ صغیر پاک و ہند پر مسلمانوں نے کتنی مدت حکومت کی؟

۲۔ مسلمانوں کی حکومت کیوں ختم ہوئی؟

۳۔ انگریز مسلمانوں سے کیوں بدگمان تھے؟

۴۔ کیا ہندوؤں نے مسلمانوں کے تعاون کی قدر کی؟

۵۔ سب سے پہلے پاکستان کا تصور کس نے پیش کیا؟ اور کب اور کہاں پیش کیا؟ مختصر طور پر بیان کرو۔

۶۔ پاکستان کے بانی کون تھے؟ دو ایک جملوں میں انکا تعارف کراؤ۔

۷۔ خالی جگہوں کو پُر کرو۔

(i) پاکستان ------ کو قائم ہوا

(ii) پاکستان کا تصور سب سے پہلے ...... نے پیش کیا تھا

(iii) پاکستان کے بانی ...... تھے

۴- اس شعر کو زبانی یاد کرو:

بدلے نیکی کے یہ برائی ہے - میرے اللہ تری دُہائی ہے!!

۵- اس شعر کو صاف صاف خوشخط اپنی کاپی میں نقل کرو:

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں - طائروں کی صدائیں لاتی ہیں

# ١٦ - حامد و محمود کے درمیان مکالمہ

حامد - محمود صاحب! اقبال کی نظموں میں سے کونسی نظم آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟

محمود - بھئی اقبال کا کلام جتنا اُردو میں ہے اُتنا ہی فارسی میں بھی ہے۔ بلکہ شاید فارسی میں اُردو کے مقابلے میں کسی قدر زیادہ ہی ہے۔ پھر کہتے ہیں اُن کا فارسی کلام اپنے اندر بڑی گہرائی رکھتا ہے۔ کیوں کہ انہوں نے اپنے فلسفیانہ خیالات زیادہ تر فارسی میں بیان کئے ہیں اور میرا حال یہ ہے کہ فارسی میں بس شُد بُد رکھتا ہوں۔ لہٰذا ان کے فارسی کلام کے بارے میں تو کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔

حامد - یہ بات آپ نے بالکل صحیح فرمائی ہے کہ اقبال کا زیادہ تر کلام فارسی میں ہے اور فلسفیانہ خیالات کی وجہ سے اپنے اندر گہرائی بھی رکھتا ہے۔ تو پھر اُن کے اردو کلام میں سے اپنی پسند کی بہترین نظم کا نام بتائیے۔

محمود - اُردو کلام میں بھی بالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز (حصہ اُردو) آسان نہیں ہیں یہ کتابیں بھی اقبال کے ویسے ہی فلسفیانہ اور عارفانہ خیالات سے بھری ہوئی ہیں جیسی اُنکی فارسی کتابیں۔ اسلئے اُن میں سے بھی کسی نظم کا انتخاب کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔

حامد - اچھا بھائی! تو پھر اُن کے آسان اُردو کلام میں سے سہی۔ میں تو نظم کے انتخاب سے آپ کے خیالات اور آپکی طبیعت کا رجحان معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

محمود - بھئی! بانگِ درا جو اقبال کے ابتدائی اردو کلام کا مجموعہ ہے، مجھے اُس

میں سب سے زیادہ "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" پسند ہیں۔ اور مجھے ہی کیا! میری عمر اور قابلیت کے دوسرے لڑکوں کو بھی یہی دو نظمیں زیادہ پسند ہوں گی۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے نوجوان طالبعلموں کو یہ نظمیں ازبر یاد ہیں۔ پھر نوجوانوں پر ہی کیا موقوف بوڑھوں کو بھی ان نظموں کی تعریف کرتے سنا ہے۔ بلکہ بہت سے مقرر اور واعظ بھی اپنی تقریروں میں ان نظموں کے اشعار سے گرمیِ محفل پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دیکھنے میں آیا ہے کہ محفل بالکل سرد اور بے رونق ہے مگر جہاں "شکوہ" یا "جوابِ شکوہ" میں سے دو ایک شعر پڑھے تو ایسی گرمی پیدا ہوئی کہ ہر شخص مقرر کی طرف متوجہ ہے اور چاہتا ہے کہ بس یہی اشعار پڑھے جاتے رہیں۔

حامد۔ واللہ محمود! آپ نے تو میرے دل کی بات کہدی۔ اپنے اور آپکے خیالات میں ایسی یکسانیت دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی۔

محمود۔ میں نے کہا نہ تھا! کہ میں کیا اکثر و بیشتر نوجوان طالب علم انہیں دو نظموں کو زیادہ پسند کرتے ہیں چنانچہ آپ کی پسند سے میرے اس دعوے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

حامد۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپ شکوہ اور جوابِ شکوہ کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اب یہ بھی بتا دیجئے کہ ان نظموں کو آپ کس لئے بہت پسند کرتے ہیں؟

محمود۔ میں نے جب پہلی بار مولانا حالی مرحوم کا "مسدس" پڑھا تو

یقین کیجیے مجھ پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ بہت سے بند از بر ہو گئے۔ جن کو خود بھی پڑھتا اور دوسروں کو بھی سناتا رہتا تھا۔ حالی نے اپنے مسدس میں مسلمانوں کے عروج و زوال کا وہ نقشہ کھینچا ہے کہ تعریف کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ جب میں نے شکوہ اور جواب شکوہ پڑھا تو فوراً خیال آیا کہ یہاں بھی مسلمانوں کے عروج و زوال ہی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ مگر ایک اور ہی انداز میں۔ اگرچہ عروج و زوال کی داستان اس تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کی ہے مگر جو کچھ لکھا ہے وہ اس قدر جوش، ولولے اور دل سوزی کے ساتھ لکھا ہے کہ دل میں تیر و نشتر کی طرح اُترتا چلا جاتا ہے۔ زوال کے اسباب جو شکوے کے جواب میں بتائے گئے ہیں وہ ایسے صحیح ہیں کہ اُن سے انکار کی گنجائش کسی کو نہیں ہو سکتی۔ شکوے کو پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاعر بڑے زور و شور کے ساتھ اپنی قومی تاریخ کے ورق اُلٹتا چلا جاتا ہے کہ ہم نے یہ کیا، ہم نے وہ کیا۔ اور پھر بھی ہم ہی سب سے زیادہ مصیبتوں میں گرفتار اور ذلت و خواری میں مبتلا ہیں! مگر جب خدا کی طرف سے اس کا جواب ملتا ہے کہ تم جو اس قدر بڑھ بڑھ کے بول رہے ہو ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم کیا ہو؟ وہ تو تمہارے اسلاف کے کارنامے ہیں۔ تم نے کیا کیا ہے؟ اپنے کارنامے پیش کرو۔ تو شاعر

اپنا سا منہ لے کے رہ جاتا ہے۔

حامد۔ اقبال نے اپنے شکوے میں کیا دعوے کئے ہیں؟ ان میں سے خاص خاص دعوے تو بیان کیجئے۔

محمود۔ کہتے ہیں کہ ہم سے پہلے دنیا کا یہ حال تھا کہ کہیں پتھروں کی پوجا ہے تو کہیں درختوں کی، کہیں ستاروں کی، کہیں آگ کی اور کہیں کسی اور چیز کی۔ خدا کو کوئی نہیں مانتا۔ ہم نے منوایا ہے، خدا کا نام اور اس کا کلمہ ہم نے بلند کیا ہے۔ اس کے لئے جنگیں تک لڑی ہیں، اپنی جانوں کی پروا کی نہ اپنے مال کی اور نہ اپنے عزیز و اقارب کی۔ پھر خشکی میں بھی لڑے اور دریاؤں میں بھی بلکہ بحرِ ظلمات میں بھی ہم نے گھوڑے دوڑا دئے،

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر۔ کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر۔ مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیوں کر؟

تجھکو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟
قوّتِ مسلمِ بازو نے کیا کام ترا

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں۔ خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دِیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں۔ کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ہم جو جینے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے۔ اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے۔ سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کیلئے؟

قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی؟

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اَڑ جاتے تھے۔ پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے۔ تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

نقشِ توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سُنایا ہم نے

تو ہی کہدے کہ اُکھاڑا درِ خیبر کس نے؟۔ شہر قیصر کا جو تھا اُس کو کیا سر کس نے؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟۔ کاٹ کر رکھدیئے کفّار کے لشکر کس نے؟

کس نے ٹھنڈا کیا آتشکدۂ ایراں کو؟
کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟

کون سی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی؟۔ اور تیرے لئے زحمت کشِ پیکار ہوئی؟
کس کی شمشیر جہانگیر، جہاندار ہوئی؟۔ کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے؟
مُنہ کے بل گِر کے ھُوَاللّٰہُ احد کہتے تھے!

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز۔ قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز۔ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے ۔ مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے
کوہ میں دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے ۔ اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے؟

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے!
بحرِ ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے!

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے ۔ نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے ۔ تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں، تو بھی تو دلدار نہیں

خدا اسے کہتے ہیں تیری دنیا کا عجیب حال تھا۔ کہیں پتھروں کی پوجا تھی، کہیں درختوں کی اور کہیں کسی اور چیز کی۔ انسان محسوس چیز کو ماننے کا خوگر تھا۔ بھلا وہ بے دیکھے خدا کو کیوں کر مانتا۔

تو جانتا ہے کہ تیرا کوئی نام بھی لیتا تھا؟ مسلمانوں کی قوت بازو نے تیرا کام کیا؟ تیرے دین کی تبلیغ کی اور تجھے منوایا۔

اسی دنیا میں سلجوقی بھی تھے، تورانی بھی تھے، چینی بھی تھے اور ساسانی بھی تھے۔ اسی دنیا میں یونانی بھی تھے اسی دنیا میں یہودی اور نصرانی بھی تھے مگر تیرے نام پر تلوار کس نے اٹھائی؟ جو بات بگڑی ہوئی تھی وہ کس نے بنائی؟ (ہم نے تلوار اٹھائی ہم ہم نے دین کی بگڑی ہوئی

بات بنائی)

تیرے لئے جنگ کرنے والے تنہا ہم تھے۔ ہم خشکیوں میں بھی لڑے اور دریاؤں میں بھی لڑے۔ کبھی ہم نے یورپ کے کلیساؤں میں اذانیں دیں کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں اذانیں دیں۔ بادشاہوں کی شان ہماری آنکھوں میں نہیں جچتی تھی۔ ہم تلواروں کی چھاؤں میں تیرا کلمہ تو پڑھتے تھے۔ ہم جو جیتے تھے تو مصیبت سہنے کے لئے جیتے تھے۔ اور مرتے تھے تو تیرے نام کی عظمت کے لئے مرتے تھے۔ (کہ تیرے نام کی عظمت میں فرق نہ آئے) ہماری جنگ حکومت کے لئے نہیں تھی۔ دنیا میں ہم دولت کے لئے سر ہتھیلی پر لئے نہیں پھرتے تھے۔ اگر ہم دنیا کے زر و مال پر مرتے تو بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتے؟

ہم جنگ میں اڑ جاتے تھے تو پھر ٹل نہیں سکتے تھے۔ ہمارے مقابلے میں شیروں کے پاؤں بھی میدان جنگ میں اکھڑ جاتے تھے (بڑے سے بڑا بہادر آدمی بھی ہمارے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا تھا)

اگر تجھ سے کوئی سرکشی کرتا تھا تو ہم بگڑ جاتے تھے۔ پھر تلوار کیا چیز ہے توپ کا بھی مقابلہ کرتے تھے۔ ہم نے توحید کا نقش ہر دل پر بٹھایا اور تلوار کے زیر سایہ بھی توحید کا پیغام سنانے سے نہیں چوکے۔ تو ہی بتا درِ خیبر کس نے اکھاڑا؟ قیصر کے شہر کو کس نے فتح کیا؟ جھوٹے (جو لوگوں نے خود بنا لئے تھے) خداؤں کے پیکروں کو کس نے توڑا؟ اور کافروں کے لشکروں کے لشکر کس نے کاٹ کر رکھدئے؟ ایران کے آتشکدوں کو کس نے

ٹھنڈا کیا؟ اور تیرے ذکر کو پھر سے کس نے زندہ کیا؟ (یہ سب کچھ ہمیں نے تو کیا تھا!)

ہمارے سوا کونسی قوم تیری ہی طلب گار ہوئی؟ تیرے لئے جنگ کی زحمت کس نے اٹھائی؟ صنم کس کی ہیبت سے سہمے ہوئے رہتے تھے؟ ایسے سہمے ہوئے کہ منہ کے بل گر کے اَللّٰہُ اَحد کہتے تھے۔

عین لڑائی کی حالت میں اگر نماز کا وقت آجاتا تھا تو ہم فوراً صف باندھ کر قبلہ رو ہو جاتے تھے اور نماز ادا کرتے تھے۔ اور اس شان سے ادا کرتے تھے کہ محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے تھے غلام و آقا، غریب اور مالدار تیرے حضور میں آکر برابر ہو جاتے تھے۔

کون و مکاں (دنیا) کی محفل میں صبح و شام پھرتے رہتے تھے۔ اور توحید کی شراب لے کر جام کی طرح گردش میں رہتے تھے۔ جنگل تو جنگل ہم نے دریا بھی نہیں چھوڑے۔ یہاں تک کہ بحر ظلمات میں بھی گھوڑے دوڑا دئے۔

دنیا سے باطل کو ہم نے مٹایا، نوع انساں کو غلامی سے ہم نے چھڑایا۔ تیرے کعبے کو پیشانیوں سے ہم نے بسایا۔ تیرے قرآن کو سینے سے ہم نے لگایا۔ پھر بھی ہم سے یہ شکایت ہے کہ وفادار نہیں ہیں۔ اگر ہم وفادار نہیں ہیں تو تو بھی تو دلدار نہیں ہے۔

غرض شکوے میں یہ طنطنہ ہے۔ اور یہ دعوے ہیں۔ اور ساتھ

ہی یہ شکایت ہے کہ خداوندا! ہماری ایسی قربانیوں اور سرفروشیوں کے باوجود بھی تیری رحمتیں غیروں پر نازل ہو رہی ہیں اور ہم پر بجلیاں گر رہی ہیں۔

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر۔ برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

حامد۔ واقعی شکوہ تو اپنے اندر بڑی گھن گرج رکھتا ہے۔ اگرچہ دعوے غلط نہیں ہیں مگر خدا کے سامنے اس انداز سے گفتگو کرنا شاید قابل اعتراض بات ہو۔

محمود۔ مگر اقبال تو اس کے قائل ہی نہیں کہ انہوں نے شکوہ کر کے کوئی گستاخی کی ہے۔ کیونکہ وہ شکوے کے شروع میں یہ کہہ چکے ہیں کہ شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو۔ پھر خدا کی طرف سے بھی اس کی اس طرح تعریف کی گئی ہے:۔

شکر شکوے کو کیا حسنِ ادا سے تو نے۔ ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

یعنی شکوہ اس خوبصورتی سے کیا ہے کہ اس کو شکر بنا دیا ہے۔ اور بندوں کو خدا سے ہم کلام کر دیا ہے۔

حامد۔ یہ تو فرمائیے اقبال نے جو شکوے میں زور شور سے مسلمانوں کے کارنامے گنوائے ہیں اور ان کارناموں کے باوجود جو مسلمانوں کو ذلت

وخواری سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے اس کے بارے
میں خدا کی طرف سے کیا جواب ملا؟

محمود۔ اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھو! بڑا عبرت
ناک جواب ملا ہے! آواز آئی

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟ نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟ میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟
تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک۔ ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک۔ کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک؟
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختارؐ؟ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں!

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب۔ زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب۔ پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
اُمرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے

زندہ ہے ملتِ بیضا غربا کے دم سے

ہر مسلماں رگِ باطل کے لئے نشتر تھا - اس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا - ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیوں کر ہو!

ہر کوئی مستِ مےِ ذوقِ تن آسانی ہے - تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے، نے دولتِ عثمانی ہے - تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

تم ہو آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم - تم خطا کار و خطا بیں، وہ خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم - پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

تختِ فغفور بھی ان کا تھا سریر کے بھی
یوں ہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیت ہے بھی؟

خودکشی شیوہ تمہارا وہ غیور و خوددار - تم اخوت سے گریزاں وہ اخوت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار - تم ترستے ہو کلی کو وہ گلستاں بکنار

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں - امتی باعثِ رسوائیِ پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں - تھا براہیم پدر، اور پسر آذر ہیں

بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خُم بھی نئے
حرمِ کعبہ نیا، بُت بھی نئے، تم بھی نئے

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے، ہم سے کب پیار ہے، ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے۔ تم ہی کہدو یہی آئینِ وفاداری ہے؟

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو۔ نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو۔ بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

جس نے باطل کو دنیا سے مٹایا، نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا، میرے کعبے کو اپنی پیشانیوں سے آباد کیا، میرے قرآن کو سینوں سے لگایا۔ بلاشبہ تھے تو وہ تمہارے ہی باپ دادا مگر یہ بتاؤ کہ تم کیا ہو؟ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہو اور قیامت کا انتظار کر رہے ہو۔

اس قوم کا نفع بھی ایک ہے اور نقصان بھی ایک ہے۔ سب کا نبی ایک ہے، دین بھی ایک ہے، ایمان بھی ایک ہے۔ پھر اگر

مسلمان بھی ایک (متحد) ہوتے تو کون سی بڑی بات تھی؟
مگر اس کے برعکس حال یہ ہے کہ کہیں فرقہ بندی ہے،
کہیں ذاتیں ہیں۔ بتاؤ دنیا میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟
رسولِ مختارؐ کو ترک کرنے والا کون ہے؟ وقت کی
مصلحت پر اپنے عمل کی بنیاد کس نے رکھی ہے؟ غیروں
کا شعار کس کو بھا گیا ہے؟ اسلاف کے طریقے سے کس کی
نگاہ بیزار ہو گئی؟ اسلاف کے طریقوں سے کس کو نفرت
ہے؟ دل میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں تمہیں
محمدؐ کے پیغام کا کچھ بھی تو لحاظ نہیں ہے۔

مسجدوں میں نماز کی صفیں غریب قائم کرتے ہیں
روزہ کی زحمت غریب گوارا کرتے ہیں، ہمارا نام
غریب لیتے ہیں۔ بلکہ تمہارا پردہ بھی غریب رکھتے
ہیں۔

امیر دولت کے نشے میں ہم سے غافل ہو گئے اسلام
بس غریبوں میں رہ گیا ہے۔

ہر مسلمان رگِ باطل کے لئے نشتر تھا (باطل کو مٹانے
والا) اور اس کی زندگی کے آئینے کا جوہر عمل تھا۔ جس طرح
جوہر آئینے سے جدا نہیں ہوتا اسی طرح عمل مسلمان کی زندگی
سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ اور جس طرح آئینے کی قدر و قیمت جوہر

سے ہوتی ہے اِسی طرح مسلمان عمل کے ذریعے عزت کے مقام پر فائز تھے۔ ان کو اپنی قوتِ بازو پر بھروسہ تھا اور تم دوسروں پر بھروسہ کرتے ہو۔ جفا وہ بیٹے کو باپ کا علم نہ آتا ہو تو وہ باپ کی میراث کا مستحق کیوں کر ہو سکتا ہے؟ جس کو دیکھئے تن آسانی میں مبتلا ہے۔ تم مسلمان ہو؟ کیا مسلمانوں کے یہی طور طریق ہوتے ہیں؟ نہ علیِ مرتضٰی کا سا فقر ہے نہ عثمان غنیؓ کی سی دولت ہے۔ پھر تم کو اسلاف سے کیا نسبت ہے؟

وہ دنیا میں مسلمان ہو کر عزت کے مقام پر پہنچے تھے اور تم قرآن کو چھوڑ کر ذلیل ہو گئے۔ تم آپس میں غضبناک ہو وہ آپس میں رحیم تھے۔ تم خطاکار ہو اور دوسروں کی خطائیں ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ اور وہ خطاؤں کو چھپانے والے تھے۔ اس پر بھی چاہتے ہو کہ ثریّا کی بلندی پر پہنچ جاؤ۔ پہلے ثریا پر پہنچنے والا قلب سلیم تو پیدا کرو۔

فغفور کا تخت بھی ان کا تھا اور کے کا تخت بھی ان کا تھا۔ یونہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیّت بھی ہے؟ تمہارا شیوہ خود کو فنا کرنا ہے اور وہ خوددار و باغیرت تھے۔ تم اخوّت سے بھاگتے ہو وہ اخوّت پر نثار تھے۔ تم گفتار ہی گفتار ہو وہ سراپا عمل تھے۔

اس لئے تم کلی کو ترستے ہو وہ باغوں کے مالک تھے۔
قوموں کو ان کی حکایت آج تک یاد ہے اور ان کی
سچائی صفحۂ ہستی پر نقش ہے (ہمیشہ رہے گی) آج کیا حالت
ہے؟ ہاتھ بے زور ہیں۔ دلوں میں الحاد ہے۔ اُمتی پیغمبر
کے لئے رسوائی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ بت شکن دنیا
سے اُٹھ گئے۔ اب جو ان کے جانشین ہیں وہ بت بنانے
والے ہیں۔ باپ ابراہیم کی طرح بت شکن تھے اور بیٹے
آذر کی طرح بت بنانے والے ہیں۔

شراب پینے والے نئے ہیں۔ شراب نئی ہے اور
شراب کے تم بھی نئے ہیں۔ حرمِ کعبہ بھی نیا ہے بت بھی
نئے ہیں۔ اور تم بھی نئے ہو۔ (یعنی پہلے خدا کی محبت کی
شراب پیتے تھے، اب دنیا کی محبت کی شراب پیتے ہیں۔
اسلام سے پہلے کعبہ میں پتھر کے بت تھے اب نئے نئے
خیالات اور نظریات کے بت اپنے دماغوں میں
رکھ لئے ہیں۔ پھر اسلام سے پہلے کے زمانے میں
اور آج کے زمانے میں کیا فرق رہا؟)

صبح کا اٹھنا تمہیں کس قدر گراں گزرتا ہے! اور
جب یہ بات ہے تو تم کو ہم سے محبت کب ہے نیند سے
محبت ہے۔ تمہاری طبیعت ایسی آزاد ہو گئی ہے

کہ اس پر رمضان کی قید بھاری ہوتی ہے۔ اور جب
یہ بات ہے تو تم ہی کہو یہ وفاداری ہے؟ قوم مذہب
سے بنتی ہے۔ مذہب نہیں تو تم بھی نہیں۔ جس طرح
جذبِ باہم نہ ہو تو ستاروں کی انجمن بھی نہیں ہو سکتی۔
جن کو دنیا میں کوئی کام نہیں آتا وہ تم ہو۔ جس
قوم کو اپنے نشیمن کی پروا نہ ہو وہ تم ہو۔ اور اپنے
اسلاف کی قبریں بیچ کھانے والے بھی تم ہی ہو۔ اور
جب یہ بات ہے تو پتھر کے بت مل جائیں گے تو ان کو
کیوں نہیں بیچو گے۔ بتوں کے ذریعہ بھی اپنے کھانے
کمانے کا دھندا کر سکتے ہو۔

حامد۔ صاحب! یہ تو بالکل دو ٹوک بات ہے۔ کہ ہمارے
اسلاف نے جو کچھ کیا تھا اس کا صلہ اُن کو مل گیا
اور ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کا صلہ ہم کو مل رہا
ہے۔ پھر شکوہ کیسا! ہم کو اپنے کردار کے آئینے میں اپنا
چہرہ دیکھنا چاہیے۔ اپنے اسلاف کے کارناموں کو
پیش کر کے شکوہ کرنا تو بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ ہماری
زبوں حالی ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ ہم نے
اسلام کو چھوڑا۔ اپنے اسلاف کے طور طریق کو خیر
باد کہا اور دوسری قوموں کے طور طریق کو اختیار کرنا

اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا۔ پھر بھی شکوہ کریں کہ مسلمان ذلیل ہو گئے، رسوا ہو گئے، خوار ہو گئے، تو ہم کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔

ہاں ایک بات اور بتا دیجئے۔ یہ نظمیں کب کہی گئیں اور ان کو کہاں سنایا گیا؟

محمود۔ سنہ ۱۹۱۱ء کے ماہ اپریل میں انجمن حمایت اسلام کا جو جو سالانہ اجلاس ہوا، اس میں حضرت علامہ نے اپنی مشہور نظم "شکوہ" ریواز ہوسٹل کے صحن میں پڑھی۔ اس وقت ان کے والد محترم بھی جلسے میں تشریف رکھتے تھے۔ اور اس نظم کو سنکر برابر روتے رہے۔ چند ماہ بعد موچی دروازے کے باہر ایک بہت بڑے جلسے میں علامہ نے نظم "جواب شکوہ" سنائی یہ جلسہ مولانا ظفر علی خاں مرحوم کے زیر اہتمام "جنگ بلقان" کے سلسلے میں ہوا تھا، تاکہ ترکوں کے لئے چندہ جمع کیا جائے۔ نظم کے ختم ہونے پر اس کی ہزاروں کاپیاں فروخت ہو گئیں۔ اور وہ تمام رقم بلقان فنڈ میں دیدی گئی۔

حامد۔! محمود صاحب! بہت بہت شکریہ! آج آپ سے ملکر بڑی معلومات حاصل ہوئیں۔ جزاک اللہ۔

# الفاظ کے معنی

| لفظ | | معنی |
|---|---|---|
| شُد بُد | = | معمولی پڑھنے لکھنے کی قابلیت |
| فلسفیانہ | = | فلسفیوں جیسے، مراد فلسفے کے خیالات |
| عارفانہ | = | عارفوں (خدا کے پہچاننے والوں) کے جیسے |
| رجحان | = | جھکاؤ، میلان، رغبت |
| موقوف | = | منحصر |
| گرمیِ محفل | = | محفل کی رونق |
| یکسانیت | | ایک سا ہونا۔ برابری |
| مسدّس | = | نظم کی ایک قسم جس کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوتے ہیں |
| عروج | = | بلندی |
| اسلاف | = | سلف کی جمع ہے، اگلے وقتوں کے لوگ، باپ دادا |
| اپنا سا منہہ لیکے رہ جانا | = | شرمندہ ہونا خفیف ہونا |
| بحرِ ظلمات | = | بحرِ اوقیانوس |

| لفظ | | معنی |
|---|---|---|
| آستانہ | = | چوکھٹ، درگاہ |
| پیکر | = | صورت، شکل، مجسمہ بت |
| پاش پاش کردیا | = | ٹکڑے ٹکڑے کردیا |
| سرنگوں | = | اوندھا، سر کے بل لٹکا ہوا، ذلیل |
| طنطنہ | = | شان و شوکت |
| شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو | = | میرے منہ میں خاک ہو کہ مجھے اللہ سے شکوہ ہے! |
| ہم سخن | = | ہم کلام |
| دوٹوک بات | = | صاف صاف بات |
| سربکف | = | سر ہتھیلی پر رکھے ہوئے |
| اِلحاد | = | بے دینی، دین سے پھرنا سیدھے راستے سے کترا کے چلنا |
| اِتحاد | = | میل جول، دوستی، محبت |
| اِحکام | = | حکم کی جمع ہے |
| حضور میں | = | روبرو۔ سامنے |

# الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| نیازمندی | = عاجزی | | |
| باطل | = جو حق نہ ہو، غلط، جھوٹا | | |
| بے حمیتی | = بے غیرتی | | |
| کردار | = عمل ۔ کام | | |
| زبوں حالی | = بدحالی، براحال ہونا | | |
| اہتمام | = انتظام | | |
| اختتام | = خاتمہ | | |

مکالمے کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ زندگی عمل سے بنتی ہے۔ عزت وخوشحالی کوشش، محنت اور اچھے اصولوں پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے تو خدا اور رسول کے بتائے ہوئے اتنے اچھے اصول موجود ہیں کہ جن پر عمل کر کے ہمارے اسلاف اقبال مندی و خوشحالی کے نہایت بلند مقام پر پہنچ گئے تھے۔ اس لئے ہم کو چاہیئے کہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں۔ اور اپنے بزرگوں کے طور طریق اختیار کرتے ہوئے آپس میں اتحاد اور محبت کے ساتھ رہیں۔ دورِ حاضر کے علوم میں بھی کمال پیدا کر کے دوسری

قوموں سے آگے نکل جانے کی کوشش کریں البتہ دوسری قوموں کی تہذیب اور تمدن پر فریفتہ نہ ہوں۔ اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو پھر ہم کو شکوہ شکایت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہ کہنا کہ ہم نے وہ وہ کارنامے انجام دئے ہیں کہ دنیا محوِ حیرت ہو گئی۔ پھر بھی دنیا میں ہم ہی سب سے زیادہ خوار ہیں بالکل غلط ہے کیونکہ وہ کارنامے تو ہمارے اسلاف نے انجام دئے تھے۔ اور ان کو اللہ کی طرف سے اُن کا صلہ بھی مل چکا ہے۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

## مشق

۱۔ اقبال نے شکوہ میں مسلمانوں کے جو کارنامے بیان کئے ہیں ان کو مختصر طور پر بیان کرو۔

۲۔ شکوہ کے جواب میں خدا کی طرف سے جو کچھ کہا گیا ہے اس کا خلاصہ پیش کرو۔

۳۔ "شکوہ" اور جوابِ شکوہ" کب لکھے گئے اور کہاں سنائے گئے۔

۴۔ نیچے لکھے ہوئے الفاظ کے معنی بتاؤ اور انہی کو اپنے جملوں میں استعمال کرو۔

شُدبُد ۔ رجحان ۔ گرمیِ محفل ۔ عروج ۔ زوال

۵ ۔ نیچے کے اشعار کو زبانی یاد کرو اور انہی کو اپنی کاپی میں صاف صاف خوشخط لکھو۔

قوم اپنی جو زرو مالِ جہاں پر مرتی ۔ بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی؟

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے۔ پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے۔ تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز۔ قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز۔ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے۔ بحرِ ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے
(شکوہ)

---

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے۔ نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے۔ میرے قرآن کو سینے سے لگایا کس نے
تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

---

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک۔ ایک ہی سب کا نبی ﷺ، دین بھی قرآن بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک۔ کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

---

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو۔ پھر پسر قابل میراثِ پدر کیوں کر ہو؟

---

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم۔ پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

(جواب شکوہ)

# ۱۷۔ علّامہ اقبال کے ارشادات

(الف) ایک دفعہ گھر میں کام کرنے والی ملازمہ کا بچّہ صحن میں کھیل رہا تھا۔ علّامہ نے اُسے دیکھا تو فرمایا:۔

"جاوید اور اس بچّے میں اس وقت کوئی خاص فرق نہیں۔ کیوں کہ سب بچّے برابر ہوتے ہیں۔ لیکن بڑے ہونے پر ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہو جائے گا۔ اس لئے نہیں کہ جاوید کسی اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے بلکہ اسلئے کہ اُس کو اپنی زندگی میں ایسے موقع میسّر آئیں گے کہ وہ پڑھ لکھ کر ایک بڑا آدمی بن سکے گا۔ لیکن یہ بچّہ اپنی زندگی میں ایسے موقعے میسّر نہ آنے کی وجہ سے وہیں کا وہیں رہ جائے گا۔ حالانکہ اگر اس کو بھی ایسے موقعے مل جائیں تو اس کے پوشید جوہر بھی کُھل سکتے ہیں۔ اور سنگِ راہ کے بجائے یہ بھی عزت و شہرت کے آسمان کا درخشندہ ستارہ بن سکتا ہے"۔[1]

---

[1] اقبال درونِ خانہ

(ب) میکلوڈ روڈ پر علامہ کی کوٹھی کے پچھواڑے دیال سنگھ کالج کا وسیع میدان تھا۔ جس میں شام کے وقت کالج کے لڑکے کھیلا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ان کی فٹ بال یا کرکٹ کی گیند اُچھل کر کوٹھی کے صحن میں جا گرتی تھی۔ ان کی بیگم نے کئی بار حضرتِ علامہ کو کالج کے پرنسپل سے اس کی شکایت کرنے کو کہا۔ مگر آپ نے ہمیشہ درگزر سے کام لیا اور بیگم کو یہ کہہ کر سمجھایا کہ :-

"اس طرح بچوں پر پابندیاں لگانے سے کیا حاصل ہوگا ان کو آزادی سے کھیلنے دو۔ یہ کتنی خوشی کی بات ہے کہ قوم کے نونہال غلط قسم کے اشغال چھوڑ کر اب صحت مند کھیلوں کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کی راہ میں روڑے اٹکانے کے بجائے ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ کیا ہوا اگر کبھی کبھار ان کی گیند ہمارے صحن میں آ جاتی ہے! اس سے ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوتا اور اگر کچھ ہو بھی جائے تو یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں جتنا ہماری آئندہ نسل کا صحت مند ہونا ضروری ہے"

---

؎۲ اقبال درونِ خانہ۔

(ج) ایک دفعہ طالب علموں کی ایک جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

مسلمان کو چاہیئے کہ وہ ذات پات کی لعنت سے دور رہے۔ مسلمان کی ذات صرف اسلام ہے اس لئے اس کو فخر کے ساتھ کہنا چاہیئے کہ میں مسلمان ہوں۔ اور بس۔ ع

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملّت میں گُم ہو جا"! (رنگ، نسل اور خاندان اور قبیلے وغیرہ کے امتیازات کو بت سمجھ کر توڑ دینا چاہیئے اور اپنے کو ملّت اسلامیہ کا ایک فرد سمجھنا چاہیے اور بس)

اسی طرح ہر مسلمان کو خواہ وہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو بیکار نہ رہنا چاہیئے۔ اپنے دست و بازو سے کمانے کی کوشش کرنی چاہیئے"۔

(د) وفات سے چند روز پیشتر علّامہ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد مرحوم سیالکوٹ سے ان کی مزاج پرسی کے لئے آئے اور ان کو دلاسا دینے لگے تو انہوں نے فرمایا:۔

بھائی صاحب! میں موت سے نہیں ڈرتا۔ انشاءاللہ مُسکراتے

ہوئے اس کا استقبال کروں گا"۔

اور پھر اپنا فارسی کا ایک شعر پڑھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ:۔

"میں تم کو مومن کی پہچان بتاتا ہوں (یہ ہے کہ) جب موت آتی ہے تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے"۔ [1]

(ھ) ایک موقعہ پر فرمایا:۔

"انسان کو دنیا میں عمل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اپنی پیدائش کے مقصد کو سمجھو اور اس کے لئے کوشش کئے جاؤ"۔ [2]

(ز) ایک دفعہ فرمایا:۔

"دنیا میں بڑے بڑے رفارمر اور فلسفی ہوئے ہیں اور انہوں نے ملک و قوم کی اصلاح کے لئے اصول اور نظریات بھی وضع کئے ہیں مگر ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی نے اپنے وضع کئے ہوئے اصول اور نظریات پر خود بھی عمل کیا ہو بس ایک ہی ہستی ایسی گزری ہے جس نے اپنے دئے ہوئے پیغام پر پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ اور وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے"۔ [3]

---

[1] روزگارِ فقیر [2] سیرتِ اقبال [3] ایضاً

# الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| سنگِ راہ | = راستے کا پتھر | طبقہ | = گروہ، جماعت |
| پچھواڑے | = پیچھے۔ | تصانیف | کتابیں، تصنیف کی جمع ہے |
| درگزر کرنا | = معاف کرنا، ٹال جانا | رفارمر | اصلاح کرنے والا |
| اشغال | = شغل کی جمع ہے، کام | نظریے | خیالات، اصول وغیرہ |
| حوصلہ افزائی | = ہمت بڑھانا | وضع کرنا | بنانا |
| مسئلہ | معاملہ، سوال | وضع کئے ہیں | بنائے ہیں |
| لعنت | پھٹکار | | |

# مشق

۱۔ علامہ اقبال کے ارشاد کے مطابق جاوید اور ملازمہ کے بچے کے درمیان زمین و آسمان کا فرق کیسے ہو جائے گا؟

۲۔ صحنِ خانہ میں گیند کے آکر گرنے پر جب بیگم نے علامہ سے اس کی شکایت کالج کے پرنسپل سے کرنے کو کہا تو علامہ نے بیگم کو کیا جواب دیا؟

۳۔ نیچے لکھے ہوئے جملوں میں خالی جگہ کو پُر کرو

(الف) بڑے ہونے پر دونوں میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرق ہو جائے گا

(ب) ہمیں ان کی راہ میں روڑے اٹکانے کی بجائے ان کی ۔ ۔ ۔ ۔

کرنی چاہیئے۔

(ج) ہمیں اپنے دست و بازو سے۔۔۔۔۔ کوشش کرنی چاہیئے

---

۴۔ ذیل کے جملوں کو اپنی کاپی میں صاف صاف خوشخط لکھو۔

(الف) یہ کتنی خوشی کی بات ہے کہ قوم کے نونہال غلط قسم کے اشغال چھوڑ کر صحت مند کھیلوں کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔

(ب) ہر مسلمان کو اپنے دست و بازو سے کمانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

# ۱۸۔ اقبال کی قابلِ رشک عادات

## ۱۔ حبِّ رسول

اقبال کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی بڑی محبت تھی۔ جب کبھی حضور کا ذکر ہوتا بے تاب ہو جاتے اور دیر تک آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔ اگر کبھی حضور کی سیرت مبارکہ کے عنوان پر تقریر کرتے تو وہ ایسی موثر ہوتی کہ سُننے والا حضور کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ کے سامنے کوئی مسلمان "محمد صاحب" یا ایسا ہی کوئی اور لفظ حضورؐ کے نام کے ساتھ ملا کر بولتا تو اس سے آپ کو اتنی تکلیف ہوتی کہ اس کا اثر کئی دن تک رہتا۔ خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کے مسدس کے یہ بند آپ کو بہت پسند تھے۔ ان کو خود بھی پڑھتے رہتے اور دوسروں سے بھی پڑھوا کر سنا کرتے تھے:۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا۔ مُرادیں غریبوں کی بَر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا۔ قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا

اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

خطاکار سے درگزر کرنے والا۔ بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا۔ قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا۔ کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا۔ پلٹ دی بس اک آن میں اُس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا...
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

اشعار کا مطلب یہ ہے کہ "تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے الگ الگ لقب ملے ہیں۔ ہمارے نبیؐ کو رحمۃ للعالمین کا لقب ملا ہے۔ لہٰذا سارے نبیوں میں رحمت کا لقب پانے والے صرف آپ ہیں۔ آپ غریبوں کی مُرادیں بَر لانے والے، مصیبت میں غیر وں کے بھی کام آنے والے اور اپنے تو اپنے پرایوں کا بھی غم کھانے والے تھے۔ آپ کی ذاتِ گرامی غریبوں اور کمزوروں کا ٹھکانہ تھی۔ آپ یتیموں کے وارث اور غلاموں کے مولیٰ تھے۔

آپ خطاکاروں کو معاف کرنے والے اور بُرا چاہنے والوں کے دلوں میں گھر کرنے والے، جھگڑوں کو مٹانے والے اور قبیلوں کو آپس میں ملانے والے تھے۔

آپ حرا سے اُتر کر قوم کی طرف آئے اور اپنے ساتھ ایک کیمیا کا نسخہ بھی لائے۔ یعنی قرآن۔ یہ وہ نسخہ ہے جس نے تانبے (اُس وقت کے ناکارہ انسان) کو کُندن بنا دیا، انسان جو نہایت ذلیل اور ناکارہ ہوچکا تھا اُس کو انتہائی بلند مقام پر پہنچا دیا۔ کھرے اور کھوٹے کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ جس طرح کسوٹی بتا دیتی ہے کہ یہ سونا کھرا ہے اور وہ کھوٹا ہے اسی طرح قرآن نے بھی اچھوں کو بروں سے الگ کر دیا، جس جس نے قرآن سُن کر اسلام قبول کر لیا وہ ایک طرف ہو گئے اور جنہوں نے قرآن کو سن نے کے بعد بھی اپنی روش نہیں چھوڑی وہ دوسری طرف ہو گئے وہ عرب جس پر صدیوں سے جہالت کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس کی ایک دم کایا پلٹ دی۔ اور اب بیڑے (عرب) بلاؤں کی موجوں کا ڈر نہیں رہا۔ اس لئے کہ ہوا کا رخ بدل گیا، جہالت کی تاریکی دور ہو گئی اور اسلام کا نور آگیا۔ اور اسلام نے انسان کو ہر طرح کی مصیبت سے محفوظ کر دیا"

مولانا حالی کے ان اشعار کو سُن کر جن کا ہم نے ابھی ابھی مطلب بیان کیا ہے اقبال کا دل بھر آتا تھا اور وہ بے اختیار رو پڑتے تھے۔ اسی طرح اگر کوئی عمدہ نعت پڑھتا تو آپ کی آنکھیں پُرنم ہو جاتیں۔

اقبال نے اپنی ہر کتاب میں حضورؐ کی نعت لکھی ہے اور ایسے

سوز و گداز اور والہانہ انداز میں لکھی ہے کہ اس کا ایک ایک حرف نیر و نشتر کی طرح دل میں اُترتا چلا جاتا ہے۔

آخر عمر میں اقبال کو زیارتِ حرمین (مکہ و مدینہ) کا شوق حد سے زیادہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اسی شوق میں ایسے شعر بھی لکھنے شروع کر دئے تھے جیسے آپ مکہ اور مدینہ کے سفر میں ہیں۔ اور وہاں کی کیفیتوں سے متاثر ہو کر اشعار کہہ رہے ہیں۔ ایسے تمام اشعار ان کی کتاب "ارمغان حجاز" میں موجود ہیں جو اُن کے انتقال کے بعد شائع ہوئی ہے۔ لیکن افسوس کہ ان کی شدید اور طویل علالت نے جو تقریباً تین سال تک رہی اور آخر ان کی جان لے کر ہی ٹلی، ان کو زیارت حرمین کا موقع نہیں دیا اور وہ یہ حسرت اپنے ساتھ ہی لے گئے۔

(۲) قرآن کے ساتھ بے حد محبت۔

اقبال کو قرآن سے بڑی محبت تھی۔ بچپن ہی سے روزانہ صبح کے وقت قرآن کی تلاوت نہایت پابندی سے کیا کرتے تھے اور اونچی آواز میں نہایت دلکش لہجے میں قرآن پڑھا کرتے تھے اُن کے والد اُن کے قرآن پڑھنے کو سنتے اور دل ہی دل میں خوش ہوتے رہے۔ ان کے اسی ذوق و شوق کو دیکھ کر ہی والد نے ان کو نصیحت کی تھی کہ بیٹے! جب قرآن پڑھو تو یہ سمجھ کر پڑھو کہ یہ تم پر ہی اُترا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے۔ چنانچہ اقبال نے اپنے باپ

کی نصیحت پر عمل کیا۔ ان کا یہ حال تھا کہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے کبھی وجد میں آجاتے اور کبھی روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ روتے جاتے اور پڑھتے جاتے۔ یہاں تک کہ قرآن کے ورق اُن کے آنسوؤں سے تر ہو جاتے تھے۔ عمر بھر ان کا یہی دستور رہا۔ آخری عمر میں جب گلا خراب ہوجانے کی وجہ سے ان کی آواز بیٹھ گئی تو ان کو اس بات کا بڑا غم تھا کہ وہ حسب معمول اونچی آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتے۔

یہ تو قرآن کی تلاوت کا حال تھا۔ رہا قرآن کا سمجھنا تو چونکہ اُنہوں نے اس کا بڑا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اس کے معانی ومطالب کی تہ تک پہنچے تھے اس لئے انہوں نے اس کتاب کی تعریف کثرت سے کی ہے اور ایسے موثر انداز اور دل نشیں پیرایے میں کی ہے کہ دل میں اترتی چلی جاتی ہے پھر ایسی مدلل کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

۳۔ سحر خیزی۔

اقبال کی ہمیشہ سے یہ عادت تھی کہ صبح چار بجے اور کبھی تین بجے اُٹھ بیٹھتے تھے۔ اور پھر نہیں سوتے تھے۔ ایک دفعہ تو تہجد کی نماز بھی باقاعدگی سے پڑھی۔ ورنہ بالعموم فجر کی نماز پڑھنے کے بعد قرآن کی تلاوت کرنے بیٹھ جاتے اور دن نکلنے تک کرتے رہتے۔ ان کی سحر خیزی کا یہ حال تھا کہ یورپ کے قیام کے دوران بھی اس میں فرق نہیں آیا۔ چنانچہ ایک شعر میں فرماتے ہیں:۔

زمستانی ہوائیں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی ۔ نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحرخیزی

"آدابِ سحرخیزی" صبح جلدی اُٹھنا، حوائجِ ضروری سے فارغ ہو کر فجر کی نماز پڑھنا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کرنا وغیرہ۔

فرماتے ہیں، اگرچہ لندن کی موسمِ سرما کی ہواؤں میں تلوار کی سی تیزی ہوتی تھی مگر میں نے وہاں بھی صبح جلدی اٹھنا، نمازِ فجر ادا کرنا اور نماز کے بعد قرآن کی تلاوت کرنا نہیں چھوڑا۔

غرض کہ اقبال کی صبح جلدی اٹھنے کی عادت اس قدر پختہ ہو گئی تھی کہ اُس میں کبھی کسی حال میں بھی فرق نہیں آیا۔ پھر یہی نہیں کہ وہ معمول کے ساتھ صبح جلدی اٹھتے تھے بلکہ اپنے کلام میں جا بجا صبح جلدی اٹھنے کی تعریف اور اس کے فائدے ایسے موثر الفاظ میں بیان کئے ہیں کہ اس کو پڑھ کر لوگوں کے دلوں میں سحرخیزی کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور چونکہ سحرخیزی ان کا حال تھا اسی لئے ان کے اس بیان میں ایسی تاثیر کا ہونا قدرتی بات ہے۔

## ۴۔ سادگی

سادگی بھی اقبال کی ایسی صفت تھی جس کی کوئی مثال اُن کے درجے بلکہ اُن سے کم درجے کے کسی شخص میں بھی نہیں مل سکتی۔ گرمی کے

موسم میں گھر میں سفید قمیص اور تہمد۔ سردی کے موسم میں کمبل اوڑھ لیتے۔ البتہ ہائی کورٹ جانا ہوتا یا کسی خاص تقریب میں شرکت ضروری ہوتی تو سوٹ پہن لیتے۔ شلوار بھی پہنتے تھے اور شلوار کے ساتھ چھوٹا کوٹ بھی پہنا ہے۔ اور شیروانی بھی۔ سر پر ترکی ٹوپی رکھتے تھے۔ جب ترکی ٹوپی ملنی مشکل ہو گئی تو قرہ قلی نما سیاہ ٹوپی پسند فرمائی۔ کبھی کبھی لنگی اور کلاہ کا بھی استعمال کر لیتے تھے۔ تکلف کا لباس انہوں نے کبھی نہیں پہنا۔ تکلف سے انہیں طبعاً نفرت تھی۔ ان کی سادگی بالکل فطری تھی۔ وہ لباس کو تن ڈھانکنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ جو لباس وقت اور ماحول کے مطابق یہ مقصد پورا کر سکتا تھا وہ اسی پر مطمئن رہتے۔ ایسے معاملات میں مین میکھ نکالنے سے ان کی طبیعت اکتاتی تھی۔

یہی حال خورد و نوش اور زندگی کے دوسرے امور کا تھا۔ کھانے میں جو کچھ مل گیا خوش ہو کر کھا لیا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ بلکہ کھانا وہ ایک مدت سے ایک ہی وقت کھاتے تھے۔ چائے بھی نہیں پیتے تھے۔ البتہ کبھی کبھی رات کو سونے سے پہلے نمکین چائے پی لیتے تھے۔

اتنے بلند پایہ فلسفی اور عالی مرتبہ مفکر ہونے کے باوجود تنہائی پسند نہ تھے۔ ہر قسم کے لوگوں سے ملتے اور ہر شخص سے اس کے مذاق کے موافق گفتگو کرتے۔ جس سے بھی ملتے انتہائی بے تکلفی کے ساتھ ملتے۔ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا شخص ان کے انکسار، سادگی اور اخلاق کی خوبی کا بڑا گہرا اثر دل پر لے کے اٹھتا۔ بلکہ اپنی خاکساری

کے اظہار کے لئے وہ اپنے مخاطب سے ایسے سوالات کرتے گویا اس سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

ہمیشہ کرایے کے مکان میں رہے۔ آخر میں ذاتی مکان بنوا لیا تھا۔ مکان پر آنے میں کسی کو کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ ان کا دروازہ سب کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ جو چاہتا بلا تکلف آپ سے آکر ملتا اور ہم کلام ہو جاتا۔ جو سوال چاہتا کرتا۔ پھر مکان اور اس کا آس پاس سادگی کا مکمل مرقع ہوتا تھا۔ نہ مکان کے باہر کسی قسم کی آرائش و زیبائش نہ اندر فرنیچر کے ٹھاٹ باٹ۔ غرضکہ ہر طرح کی سادگی وہ بھی اسلامی سادگی اُن کی زندگی کا خاصّہ بن چکی تھی۔

## (۵) قناعت

"قناعت" کے یہ معنی ہیں کہ انسان اپنی محنت اور کوشش سے جو کچھ حاصل کرے اس پر خوش رہے اور ضرورت سے زیادہ کے لئے دوڑ دھوپ نہ کرے۔ علاّمہ اقبال میں قناعت کی صفت کمال درجے کی تھی۔ اور وہ اس پر سختی سے قائم تھے۔

جب وکالت کرتے تھے تو صرف اتنی آمدنی کا کام لیتے تھے جس سے ان کی زندگی کی ضروریات پوری ہو جائیں۔ اگر کوئی مقدمہ چھوٹا یا کمزور نظر آتا تو اسے ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیتے۔ اور مقدمہ والے کو سمجھاتے کہ تمہارے "کیس" میں جان نہیں ہے۔ خواہ مخواہ روپیہ

ضائع نہ کرو۔ ایک دفعہ ایک شخص اپنے مقدمے کی پیروی کرانے کے لئے آیا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مقدمہ بالکل بے جان ہے وہ شخص ضد کر رہا تھا کہ آپ اپنی منہ مانگی فیس لیں اور پیروی کریں۔ اگر فیصلہ میرے خلاف بھی ہوا تو مجھے افسوس نہ ہوگا۔ مگر انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ میں حرام کی کمائی کا قائل نہیں۔ آخر بڑی ردّ و کد کے بعد وہ شخص ناراض ہو کر چلا گیا۔

آخری عمر میں طویل علالت کی وجہ سے انہیں وکالت چھوڑنی پڑی۔ تین چار سال بڑی پریشانی کے عالم میں گزرے۔ کیونکہ حصولِ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ جب یہ خبر نواب صاحب بھوپال کو ملی تو انہوں نے محض اپنے تعلقِ خاطر کی بنا پر اپنی جیبِ خاص سے پانچسو روپے ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ علامہ مرحوم پہلے اس کے لئے رضامند نہ تھے مگر اُن کے عزیز دوست سر راس مسعود اور خود نواب صاحب کے یقین دلانے پر کہ یہ ریاست کی طرف سے نہیں بلکہ ایک مخلص دوست کا اظہارِ عقیدت ہے تو انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ اس کے بعد متعدد عقیدت مندوں نے اپنی طرف سے مزید وظائف کی پیشکش کی لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ "میری ضرورت کے مطابق خداوند کریم نے بڑا اچھا انتظام کر دیا ہے"۔ [۱]

---

[۱] روزگار فقیر حصہ دوم صفحہ ۷۸

# الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی |
|---|---|
| موثر | اثر کرنے والا |
| گرویدہ | عاشق بہت زیادہ چاہنے والا |
| ملجا و ماویٰ | ٹھکانہ |
| مولیٰ | آقا |
| بداندیش | برا چاہنے والا، دشمن |
| مفاسد | مفسدہ کی جمع ہے۔ لڑائی جھگڑے بگاڑ اور خرابی کی باتیں |
| قبائل | قبیلے |
| مسِ خام | کچا تانبا |
| کُندن | خالص سونا |
| وجد | بے خود ہو کر جھومنا |
| مُدلل | دلیل سے ثابت کیا ہوا |
| قرن | صدی |
| جہل | جہالت |
| حرا | مکے میں ایک پہاڑ ہے جس کے ایک غار میں حضور نبوت سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے |
| نسخۂ کیمیا | کیمیا کا نسخہ، یہاں قرآن مراد ہے۔ |
| بے اختیار | خود بخود بالا ارادہ |
| ناگزیر | ضروری |
| دل بھر آیا | غمگین ہونے سے آنکھوں میں آنسو بھر آنا |
| والہانہ | انتہائی محبت والا |
| شغف | بے حد دلچسپی، لگاؤ، شوق |
| تہجد | جو شب جو اکثر نیک لوگ آدھی رات کے بعد پڑھا کرتے ہیں |

## مشق

۱- اس کتاب میں جو اقبال کی "قابلِ رشک عادات" بیان کی گئی ہیں۔ اُن کے عنوان بناؤ۔

۲- حضور سرورِ عالمؐ کے ساتھ اقبال کی محبت ان کی کن باتوں سے ثابت ہوتی ہے؟

۳- قناعت بھی اقبال کی ایک صفت تھی۔ دو ایک مثالوں سے ان کی قناعت ثابت کرو۔

۴- اقبال کی سادگی کی دو ایک مثالیں بیان کرو۔

۵- نیچے لکھے ہوئے الفاظ کے معنی بتاؤ اور انہیں الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کرو۔

گرویدہ - بداندیش - بے اختیار - دل بھر آنا - والہانہ۔

۶- ان جملوں کو صاف اور خوشخط لکھو۔

(الف) اقبال کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت تھی۔

(ب) سارے نبیوں میں رحمت کا لقب پانے والے صرف ہمارے نبیؐ ہیں۔

(ج) اقبال قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے کبھی وجد میں

آجاتے تھے اور کبھی روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔

# ۱۹ — علّامہ اقبال کے خطوط

## لسان العصر اکبر الٰہ آبادی کے نام

لاہور۔
۱۸/ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء
مخدومی! تسلیم

آپ کا نوازش نامہ مل گیا تھا۔ مجھے اس بات سے تردّد ہے کہ آپ کی علالت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحتِ کامل عطا فرمائے۔ آپ کے خطوط سے مجھے نہایت فائدہ ہوتا ہے۔ اور مزید غور و فکر کی راہ کھُلتی ہے اسی واسطے میں خطوط کو محفوظ رکھتا ہوں کہ یہ تحریریں نہایت بیش قیمت ہیں۔ اور بہت لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچنے کی توقع ہے۔ واعظِ قرآن بننے کی اہلیت تو مجھ میں نہیں ہے ہاں اس مطالعہ سے اپنا اطمینانِ خاطر روز بروز ترقی کرتا جارہا ہے۔ گو عملی حالت کے اعتبار سے بہت سُست واقع ہوا ہوں۔ آپ دعا فرمائیں۔

قرآن کے متعلق عربی میں بعض نہایت عمدہ کتابیں ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ لاہور میں دستیاب نہیں ہوتیں۔ جرمنی کے علما نے بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر جنگ کی وجہ سے وہاں سے نہیں آسکتیں۔ اِنشاءاللہ بعد از جنگ

بہت سی کتابیں علومِ قرآن کے متعلق وہاں سے منگواؤں گا۔

آپ کا خادم

محمد اقبال

سیالکوٹ

۱۳؍ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

مخدومی! السلام علیکم — والا نامہ لاہور سے ہوتا ہوا ملا۔

الحمد للہ کے جناب کا مزاج بخیر ہے۔ واقعی آپ نے سچ فرمایا کہ ہزار کتب خانہ ایک طرف اور باپ کی شفقت ایک طرف۔ اسی واسطے تو جب کبھی موقع ملتا ہے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور پہاڑ پر جانے کے بجائے اُن کی گرمیِ صحبت سے مستفید ہوتا ہوں۔

پرسوں شام کھانا کھا رہے تھے اور کسی عزیز کا ذکر کر رہے تھے جس کا حال ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ دورانِ گفتگو میں کہنے لگے "معلوم نہیں بندہ اپنے رب سے کب کا بچھڑا ہے۔ اس خیال سے اس قدر متأثر ہوئے کہ تقریباً بے ہوش ہو گئے اور رات دس گیارہ بجے تک یہی کیفیت رہی۔ یہ خاموش لیکچر جو سرانِ مشرق سے ہی مل سکتے ہیں۔ یورپ کی درسگاہوں میں ان کا نشان نہیں۔

والدِ مکرم سلام شوق عرض کرتے ہیں۔ مخلص محمد اقبال

## بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے نام

لاہور

۹ ستمبر ۱۹۳۷ء

مخدومی جناب مولوی صاحب! تسلیم۔

آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے جس کے لئے بہت شکرگزار ہوں۔ اُردو زبان کے تحفظ کے لئے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں اُن کے لئے مسلمانوں کی آئندہ نسلیں آپ کی شکرگزار رہیں گی۔ مگر آپ سے زیادہ اس بات کو کون سمجھ سکتا ہے کہ زبان کے بارے میں سرکاری امداد پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ زبانیں اپنی اندرونی قوتوں سے نشوونما پاتی ہیں۔ اور نئے نئے خیالات و جذبات کے ادا کر سکنے پر ان کی بقا کا انحصار ہے۔ آپ کی کوششوں کا مرکز وہی پروگرام ہونا چاہیئے جو آپ علی گڑھ میں وضع کر چکے ہیں۔ کبھی کبھی پنجاب کا دورہ بھی لازم ہے۔

باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

آپ کا مخلص۔ محمد اقبال

## محمد جمیل کے نام

لاہور
۱۸ر فروری سنہ ۱۹۲۹ء

مائی ڈیر مسٹر جمیل! ابھی ابھی آپ کا نوازش نامہ اور تصویری کارڈ موصول ہوئے۔ بہت بہت شکریہ قبول فرمائیے۔ آپ تک یہ اطلاع پہنچانا میرے لئے باعثِ مسرت ہے کہ میں آزمائش میں ثابت قدم نکلا اور اب باوجود مالی مشکلات کے ایران اور ترکی کے سفر کی تیاری میں مصروف ہوں۔ خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس سفر کے لئے جو میں محض اسلام اور مسلمانوں کی بہتری اور بلندی کے لئے اختیار کر رہا ہوں زادِ راہ میسر آجائے گا۔

مجھے اس اطلاع سے بے حد مسرت ہوئی کہ میرا سفر میسور مسلم نوجوانوں میں تاریخی تحقیق کے شوق وذوق کا باعث ہوا۔ سیٹھ آبا صاحب نے مجھے سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ سے متعلق ایک قلمی مسوّدہ جو ایک شخص کے پاس ہے جو ہمیں سلطان کے مقبرہ پر ملا تھا، ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا تھا مجھے امید ہے کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہوں گے۔ اُن تک میرا اسلامِ شوق پہنچا دیجئے اور اُن سے کہیئے کہ اسلام کی خدمت کے لئے اُن کے ذوق وشوق نے میرے دل پر ایک ایسا اثر پیدا کیا ہے جو کبھی محو نہ ہو گا۔ میں دست بدعا

ہوں کہ انھیں بنگلور کے حاجی اسماعیل کی سی عظمت و منزلت حاصل ہو۔

مخلص

محمد اقبال

## پروفیسر محمد اکبر منیر کے نام

لاہور

۴ اگست سنہ ۱۹۲۰ء

مکرم بندہ السلام علیکم

آپ کا خط ابھی مِلا ہے۔ مجھے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ ایران جانے والے ہیں۔ شیراز فارسیوں کے کلچر کا مرکز ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہاں کا قیام آپ کے لئے بہت مفید ہو گا۔

حال کی ایرانی شاعری میں کچھ نہیں۔ البتہ اس قوم کی بیداری کے شواہد کے طور پر اسے ضرور پڑھنا چاہیے علاوہ اس کے زبان کی تحصیل کے لئے بھی مفید ہے۔ ایرانی شاعری کا تو قاآنی پر خاتمہ ہو گیا۔

خالص فلسفے میں اگر کتابیں آپ کو مل جائیں تو انہیں جمع کرتے جائیے، قلمی ہوں یا مطبوعہ۔ تصوف کی کتب کا جمع کرنا بھی مفید ہو گا حال کے ایرانی حکماء میں ہادی سبزواری مشہور ہیں۔ ان کی کتاب "اسرار الحکم"

میری نظر سے گزری ہے۔ محض افلاطونیت کا چربہ ہے اور بس۔ حال کے کسی حکما میں سے اگر کسی کی تصنیفات آپ کے ہاتھ آجائیں تو غنیمت ہے۔ فلسفے اور تصوف کی کتابوں پر اگر خرچ ہو تو پروا نہ کیجیے اس میں مجھے بھی شریک سمجھیے۔ البتہ کتاب خریدنے میں احتیاط لازم ہے کیونکہ نوّے فی صد کتابوں میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ لوگ نام کی وجہ سے خرید لیتے ہیں۔

ایک کتاب غالباً "لطائف غیبی" نام کی ایران میں شائع ہوئی تھی۔ پروفیسر براؤن نے "لٹریری ہسٹری" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب ان اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہے جو وقتاً فوقتاً خواجہ حافظ پر کئے گئے ہیں۔ اگر کہیں سے دستیاب ہو جائے تو میرے لئے خرید کر بھیج دیجیے۔

امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا

محمد اقبال

## الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| شفقت | = مہربانی | مستفید ہوتا ہوں | = فائدہ اٹھاتا ہوں |
| دورانِ گفتگو | = گفتگو کے وقت، گفتگو کے درمیان | پیرانِ مشرق | = مشرق کے رہنے والے بزرگ |

| لفظ | | معنی |
|---|---|---|
| منظر | = | تماشا، تماشا گاہ، نگاہ پڑنے کی جگہ |
| نیند حرام کر دیتے | = | نیند بے مزا کر دیتے، سونے نہیں دیتے |
| زچ ہو کر | = | تنگ آ کر |
| شب بیداری | = | رات کو جاگنا |
| جتن | = | تدبیر |
| تقریب | = | شادی بیاہ وغیرہ، سبب، موقع |
| محظوظ | = | خوش |
| غائبانہ | | پیٹھ پیچھے |
| مرغوب | = | پسندیدہ |
| اعجاز مسیحائی | = | عیسیٰ علیہ السلام کا سا معجزہ |

| لفظ | | معنی |
|---|---|---|
| معذور | = | جس کو کسی بات میں عذر ہو، مجبور |
| والیِ افغانستان | = | افغانستان کا بادشاہ |
| رمز | = | بھید |

ع کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا!
تجھ کو دنیا پیٹھ پیچھے کیا کہتی ہے

| لفظ | | معنی |
|---|---|---|
| لنگڑا آم | = | لنگڑا کے دو معنی ہیں (۱) ایک ٹانگ سے معذور اور (۲) ایک قسم کا مشہور آم جو نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ شعر میں دونوں معنوں سے کام لیا ہے اور اسی بات سے شعر میں لطف پیدا ہوا ہے (۱) لنگڑا آم جو آپ نے بھیجا مل گیا" اور (۲) لنگڑا الہ آباد سے چل کر لاہور پہنچ گیا یہ آپ کا اعجاز مسیحائی (معجزہ) ہے۔ ورنہ لنگڑا تو بیچارہ دو چار قدم بھی مشکل سے چل سکتا ہے۔ |

# مشق

۱- اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے جب اقبال کو "لنگڑا آم" بھیجا تو انہوں نے اس کے جواب میں جو شعر لکھ کر بھیجا تھا اُس کو پڑھ کر اس کی خوبی بیان کرو۔

۲- نادر شاہ اور اقبال کے درمیان جو پر لطف گفتگو ہوئی تھی اس کو اُسی انداز میں بیان کرو۔

۳- نیچے کے جملوں میں خالی جگہ کو پُر کرو:-

(الف) لیکن آپ کے لئے تو قدرت نے ...... انتظام کر دیا تھا

(ب) بھائی میں تو غریب آدمی ہوں... کھانا وغیرہ ... پکاتی ہیں

(ج) مگر آپ میں جرنیلی کی ..... نہیں

۴- ان الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کرو:- مزاح - منظر، جنت - مخطوظ - رمز

---

# ۲۰۔ اقبال کے لطائف

اقبال کی طبیعت میں مزاح اور خوش طبعی بھی بڑی شدّت سے تھی۔ کسی قسم کا موضوع ہو وہ ہنسنے ہنسانے کا پہلو نکال لیا کرتے تھے۔ یہاں ان کے چند لطیفے بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) میکلوڈ روڈ پر علاّمہ کی کوٹھی کے پیچھے دیال سنگھ کالج کا کھیل کا وسیع میدان تھا۔ برسات کے موسم میں جب موسلا دھار بارشیں ہوتیں تو یہ میدان پانی سے بھر جاتا اور ایک اچھی خاصی جھیل کا منظر پیش کرتا پانی جمع ہو جانے سے مچھّر اور مینڈک بڑی کثرت سے پیدا ہو جاتے۔ مچھروں سے تو کسی نہ کسی طرح بچاؤ کا انتظام ہو جاتا مگر مینڈک رات کو اس شدّت سے ٹرّاتے کہ سونا حرام کر دیتے۔ بیگم اقبال زِچ ہو کر کبھی کالج والوں کو بُرا بھلا کہتیں تو کبھی مینڈکوں کو کوستیں۔ ایک دفعہ حضرتِ علاّمہ سے بھی اس کا ذکر آیا تو آپ بہت ہنسے اور فرمایا:۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے" لوگ شب بیداری کے لئے کیا کیا جتن کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے لئے تو قدرت نے خود ہی انتظام کر دیا اسلئے مینڈکوں کو برا بھلا کہنے کے بجائے اللہ اللہ کیا کیجئے"۔ [۱]

---

[۱] اقبال درونِ خانہ ص ۶۷

۲- حضرت علامہ جب کبھی کسی کی دعوت کرتے تو خاص اہتمام کیا جاتا۔ بیگم صاحبہ کھانے پکانے کی بڑی ماہر تھیں۔ اُن کے پکائے ہوئے کھانے ایسے اعلیٰ اور لذیز ہوتے کہ مہمان چٹخارے لے لے کر کھاتے۔ ایک دفعہ کسی صاحب کی دعوت تھی۔ نواب ذوالفقار علی خاں بھی مدعو تھے۔ سب لوگوں نے کھانوں کی بڑی تعریف کی۔ لیکن کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ پکائے ہوئے کس کے ہیں۔ نہ کسی نے پوچھا نہ علامہ ہی نے بتانا مناسب سمجھا۔ اتفاق سے چند روز بعد نواب ذوالفقار علی صاحب کے یہاں کسی تقریب کا اہتمام تھا۔ انہوں نے علامہ کو پیغام بھیجا کہ اُس دن جس خانساماں نے آپ کے ہاں کھانا تیار کیا تھا براہِ نوازش اُس کا پتہ بتائیں۔ آپ اس پیغام سے بڑے محظوظ ہوئے اور جواب بھجوایا:-

" بھائی میں تو غریب آدمی ہوں کھانا وغیرہ میری بیگم خود پکاتی ہیں"۔ پھر بیگم کو سارا واقعہ سنایا اور مسکراتے ہوئے کہا ع کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا!"

---

۳- اقبال کو آم بہت مرغوب تھے۔ ایک مرتبہ اکبرؔ نے الٰہ آباد سے اُن کے لئے "لنگڑا آم" کی ایک پیٹی بھجوائی۔ اقبال نے اس کی رسید میں یہ شعر لکھ بھیجا:

اثر یہ تیرے اعجازِ مسیحائی کا ہے اکبرؔ! - الٰہ آباد سے لنگڑا چلا لاہور تک آیا

۴ - میرے ایک قریبی رشتہ دار سید واجد علی صاحب کو کُتّے پالنے کا بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ میں اُن کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب (اقبال) سے ملنے گیا۔ موٹر میں اُن کے کُتّے بھی تھے۔ ہم لوگ ڈاکٹر صاحب کے پاس جا بیٹھے اور کُتّوں کو موٹر ہی میں چھوڑ دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر صاحب کی ننھی بچی منیرہ بھاگی ہوئی آئی اور کہنے لگی :-

"ابا جان موٹر میں کُتّے آئے ہیں"

ڈاکٹر صاحب نے ہماری طرف اشارہ کرکے کہا :-

"نہیں بیٹا! یہ تو آدمی ہیں"۔ ؎

۵ - نادر خاں (جو بعد میں والیِ افغانستان ہوئے اور نادر شاہ کہلائے) سے جب اوّل مرتبہ ملاقات ہوئی تو وہ کابل جاتے ہوئے لاہور میں ٹھہر گئے تھے۔ علامہ فرماتے ہیں وہ میری صورت دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ کہنے لگے "آپ اقبال ہیں؟ میں تو سمجھتا تھا لمبی ڈاڑھی والے بزرگ ہوں گے"۔ میں نے کہا :-

"آپ سے زیادہ مجھے حیرانی ہوئی - آپ تو جرنیل ہیں۔ میں سمجھتا تھا آپ دیوہیکل ہوں گے۔ مگر آپ میں جرنیلی کی کوئی نشان نہیں۔ اس قدر ڈبلے پتلے!"

---

۶ - ڈاکٹر سید عبداللہ ایم اے پی ایچ ڈی فرماتے ہیں :-

"ڈاکٹر صاحب کی طبیعت میں بڑا مزاح تھا۔ فرماتے تھے ایک دفعہ ایک فقیر ہاتھ میں ڈنڈا لئے، تہمد باندھے آ گیا۔ میں کرسی پر بیٹھا

تھا میری ٹانگیں دبانے لگا۔ میں مزے سے بیٹھا رہا اور وہ میرے پاؤں دباتا رہا۔ آخر میں نے پوچھا، "آپ کیسے آئے ہیں؟ اس فقیر نے کہا" میں فلاں پیر صاحب کی خدمت میں حاضر تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے علاقے کا قلندر ڈاکٹر اقبال کو مقرر کر دیا گیا ہے۔ تم اُن کے پاس جاؤ"۔ میں نے اس سے کہا کہ، "مجھے تو ابھی تک اس تقرر کی کوئی اطلاع نہیں ملی"۔ میری اس بات کو بھی اُس فقیر نے قلندری کے کوچے کی کوئی رمز سمجھا۔ ٹانگیں دباتا رہا۔ اتنے میں چودھری محمد حسین صاحب تشریف لے آئے اور آتے ہی سکندر کے بارے میں گفتگو شروع کرنے ہی والے تھے کہ میں نے ٹوکا اور کہا چودھری صاحب! اس سکندری کو رہنے دیجیے آج یہاں قلندری کی باتیں ہو رہی ہیں"۔ [1]

## الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| مِزاح | مذاق | موضوع | مضمون، مدعا |
| خوش طبعی | دل لگی، مذاق | لطیفہ | چٹکلا، دلچسپ بات |

---

[1] ملفوظاتِ اقبال

# الفاظ کے معنی

| لفظ | معنی | لفظ | معنی |
|---|---|---|---|
| تردّد | = فکر | محو نہ ہوگا | = نہیں مٹے گا |
| علالت | = بیماری | منزلت | = مرتبہ |
| واعظِ قرآن | = قرآن کا وعظ کہنے والا | دست بدعا ہوں | = دعا کرتا ہوں |
| تحفظ | = حفاظت کرنا، حفاظت | | |
| نشو و نما پاتی ہیں | = بڑھتی اور ترقی کرتی ہیں۔ | | |

## مشق

۱۔ اقبال نے اکبر الٰہ آبادی کو اپنے والد محترم کے بارے میں جس واقعے کا ذکر کیا ہے اس کو بیان کرو۔

۲۔ اقبال نے اکبر کے خطوط کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟

۳۔ اقبال نے بابائے اردو مولوی عبدالحق کو اردو زبان کے بارے میں کیا لکھا ہے؟

۴۔ اقبال ایران اور ترکی کا سفر کس غرض سے کرنا چاہتے تھے؟

۵۔ نیچے لکھے ہوئے ادھورے جملوں کو پورا کرو۔

(الف) شیراز فارسیوں کے کلچر کا مرکز ہے۔

(ب) آپ کے خطوں سے مجھے نہایت ۔۔۔۔۔۔۔

(ج) البتہ کتاب خریدنے میں ۔۔۔۔۔۔

۶۔ نیچے کے جملوں کو صاف صاف خوشخط اپنی کاپی میں نقل کرو:۔

(الف) شیراز فارسیوں کے کلچر کا مرکز تھا

(ب) زبانیں اپنی اندرونی قوتوں سے نشوونما پاتی ہیں۔

(ج) ایرانی شاعری کا قاآنی پر خاتمہ ہوگیا۔

---

# اقبال کے مشہور اشعار

اقبال کے بے شمار اشعار ایسے ہیں جو لوگوں کو زبانی یاد ہوتے ہیں اور گفتگو اور تقریر کے دوران میں بے ساختہ زبان پر آجاتے ہیں۔ ایسے اشعار میں سے کچھ اشعار تم بھی یاد کر لو۔

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں ـ یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

---

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی ـ جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

---

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے ـ میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

---

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں ـ محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

---

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اِسکے زورِ بازو کا؟ ـ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

---

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی ـ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

---

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب ـ اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی

---

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے - بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

---

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے - مسلماں کو ہے ننگ وہ بادشاہی

---

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا - لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی امامت کا

---

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر - مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

---

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن - گُفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُرہان!
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم - دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان!

---

(مشہور آفسٹ پریس، کراچی)